ڈاکٹر محمد اجمل اصلاحی

تصانیف فراہیؒ کا غیر مطبوعہ سرمایہ

مولانا حمید الدین فراہیؒ کی تصنیفات کی فہرست پہلی بار ان کے شاگرد اور دوست مولانا سید سلیمان ندویؒ[1] نے مولانا کے انتقال (۱۹ جمادی الآخرہ ۱۳۴۹ھ مطابق ۱۱ نومبر ۱۹۳۰ء) کے دو ماہ بعد مرتب کی جو "امعان فی اقسام القرآن" کے مصری ایڈیشن[2] کے آخر میں مولانا کے مختصر سوانح کے ساتھ شائع ہوئی[3]۔ اس فہرست میں مولانا کی ۳۲ کتابوں کا ذکر کیا گیا ہے جن میں غیر مطبوعہ کتابوں کی تعداد ۲۶ ہے۔

تصنیفات فراہیؒ کی دوسری فہرست مولانا کے شاگرد رشید مولانا امین احسن اصلاحی کے قلم سے سامنے آئی۔ مولانا اصلاحی نے تفسیری اجزاء کا اردو ترجمہ "مجموعہ تفاسیر فراہی" کے نام سے جب پاکستان سے شائع کیا تو اس کی ابتدا میں مولانا فراہیؒ کے حالات و تصنیفات پر بھی روشنی ڈالی[4]۔ مولانا اصلاحی کی فہرست میں بھی تصنیفات فراہیؒ کی مجموعی تعداد ۳۲ ہے۔ مطبوعہ کتابیں ۱۰ اور غیر مطبوعہ ۲۲ ہیں[5]۔ سید صاحب کی ذکر کردہ ایک غیر مطبوعہ کتاب "القسطاس" سے مولانا اصلاحی کی فہرست خالی ہے، لیکن چونکہ انھوں نے "فاتحہ نظام القرآن"[6] کو جو مولانا فراہیؒ کے انتقال کے بعد شائع ہوئی مستقل کتاب کی حیثیت سے شمار کیا ہے اس لیے آخر میں مجموعی تعداد یکساں ہو گئی ہے۔ "القسطاس" کو بھی شامل کر لیں تو غیر مطبوعہ کتابیں ۲۴ ہو جاتی ہیں[7]۔

"مجموعہ تفاسیر فراہی" کی اشاعت کے بعد سے اب تک اس فہرست کی ۶ مزید غیر مطبوعہ کتابیں دائرہ حمیدیہ (سرائے میر اعظم گڑھ) کی جانب سے منظر عام پر آچکی ہیں[8]۔ ان کے نام بھی حذف کر دیے جائیں تو اس فہرست کے مطابق باقی ماندہ غیر مطبوعہ کتابوں کی تعداد ۱۸ رہ جاتی ہے۔

اس مضمون کا مقصد صرف یہ ہے کہ مولانا فراہیؒ کی تصنیفات و رسائل کا جو غیر مطبوعہ ذخیرہ محفوظ ہے اس کی صحیح تعداد معلوم کی جائے اور اس کا حقیقی حجم متعین کرنے کی کوشش کی جائے۔

جن معلومات کی روشنی میں یہ مضمون مرتب کیا گیا ہے وہ دس سال قبل مارچ ۱۹۸۰ء میں استاذ گرامی مولانا بدرالدین صاحب اصلاحی (ناظم دائرہ حمیدیہ) کے دولت کدے پر ان کے وطن موضع نیاوج ضلع اعظم گڑھ میں قلم بند کی گئی تھیں۔ اس سفر کا اصل محرک ڈاکٹر شرف الدین اصلاحی تھے جو مولانا فراہی پر اپنے علمی منصوبہ کے لیے مواد کی تلاش میں پاکستان سے تشریف لائے تھے۔

ڈاکٹر شرف الدین اصلاحی اور راقم السطور دونوں نے اپنے اپنے طور پر ان کتابوں کے بارے میں یادداشتیں تیار کیں۔ ڈاکٹر صاحب کے سامنے ایک علمی منصوبہ کا واضح خاکہ تھا۔ اس لیے اپنے نقطہ نظر سے جو معلومات بھی انھوں نے درج کی ہوں گی وہ مکمل ہوں گی۔ میں نے صرف اپنے استفادہ کے لیے کچھ ضروری معلومات نقل کر لی تھیں جن میں کتاب کے نام، سرورق کے مندرجات، مضامین کی فہرست، مجموعی اوراق کی تعداد، اور جن اوراق پر مولانا کی تحریر ہے ان کی تعداد، خطبۃ الکتاب اور دیباچہ کی ابتدائی سطروں پر خاص طور پر توجہ دی تھی۔

ڈاکٹر شرف الدین اصلاحی کا کام مکمل ہو جانے کے باوجود اب تک منظر عام پر نہیں آسکا اور ادھر مولانا فراہیؒ کے قدردانوں نے مولانا کی عظیم شخصیت اور ان کے تجدیدی کارناموں پر ایک سیمنار کے انعقاد کا فیصلہ کیا۔ کسی بھی شخصیت کے علمی کارناموں کا صحیح جائزہ اور اس کے افکار و نظریات کا مکمل مطالعہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک اس کی ساری مطبوعہ و غیر مطبوعہ تصنیفات سامنے نہ ہوں۔ مولانا فراہیؒ کے ساتھ یہ عجیب المیہ ہے کہ ان کی وفات پر نصف صدی سے زیادہ کا عرصہ گزر گیا مگر ان کی ساری تحریریں بعض علمی و غیر علمی مشکلات کے سبب اہلِ علم کے ہاتھوں تک نہ پہنچ سکیں۔ جو کتابیں مولانا کی حیات میں یا ان کی وفات کے بعد چھپی تھیں ان میں سے بھی بیشتر ناپید ہو چکی ہیں۔ اس سے بھی زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ مولانا کی غیر مطبوعہ تحریروں کا جو ذخیرہ محفوظ ہے اس کے بارے میں ابتدائی کتابیاتی معلومات بھی فراہم نہیں ہیں۔ ایسی صورت میں مولانا کے کارناموں کے کسی جائزہ اور مطالعہ کی منزل اور بھی دور ہو جاتی ہے۔ اسی ضرورت کا احساس اس مضمون کی شانِ نزول ہے۔ راقم کی یادداشتیں چونکہ ذاتی استفادہ کے لیے عجلت میں تیار کی گئی تھیں اس لیے مضمون لکھتے وقت کئی جگہ ان میں خلا نظر آیا اور بعض باتیں وضاحت طلب

محسوس ہوئیں لیکن یہ تعارف دائرہ حمیدیہ کے مستقر سے اتنے طویل فاصلہ پر مرتب کیا جا رہا ہے کہ کسی نقص کی تلافی اس وقت ممکن نہیں۔

اس مضمون میں مولانا کی غیر مطبوعہ کتابوں کی تعداد ۱۸ سے بڑھ کر ۳۰ تک پہنچ گئی ہے اور متعدد کتابوں کے ناموں سے کتنے ہی اہلِ علم پہلی بار اس مضمون کے ذریعہ آشنا ہوں گے۔

قرآن مجید کی تیرہ سورتوں کی تفسیر اور ان چند کتابوں کے سوا جو مولانا فراہی کی زندگی میں طبع ہو چکی تھیں مولانا کی بیشتر تصانیف، مختلف وجوہ کی بنا پر جن میں سب سے اہم ان کا مخصوص طریقۂ تصنیف ہے[9] نا تمام رہ گئیں اور واقعہ یہ ہے کہ ان کتابوں کو تصنیف کا نام دینا ان کے ساتھ زیادتی ہوگی۔ مولانا اصلاحی نے ان نا تمام کتابوں کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ کچھ کتابیں وہ ہیں "جن کا معتد بہ حصہ مولانا لکھ چکے تھے یا ان سے متعلق ان کی یادداشتوں کا کافی ذخیرہ موجود ہے جن کو ایک مناسب ترتیب کے ساتھ اگر شائع کر دیا جائے تو اہلِ علم کے لیے وہ نہایت قیمتی ذخیرۂ تحقیق فراہم کر سکتی ہیں"۔ دوسری قسم ان کتابوں کی ہے "جن کی چند فصلوں اور کچھ یادداشتوں سے زیادہ وہ نہ لکھ سکے لیکن یہ منتشر فصلیں اور غیر مرتب یادداشتیں اس قدر قیمتی ہیں کہ ان کی مدد سے ان مباحث پر بہت کچھ کام کیا جا سکتا ہے[10]"۔ قسم اول کی اہم ترین کتابیں جو ابھی تک طباعت کی منتظر ہیں ان میں سورہ بقرہ کی نامکمل تفسیر، حجج القرآن اور حکمۃ القرآن خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

قرآنیات پر مولانا فراہیؒ جو بنیادی لٹریچر فراہم کرنا چاہتے تھے اس کے لیے انھوں نے ایک عظیم الشان تصنیفی منصوبہ تیار کیا تھا۔ یہ منصوبہ بارہ کتابوں پر مشتمل تھا۔ پانچ کتابیں ظاہر قرآن پر یعنی قرآن مجید کے الفاظ، اسالیب، اصول تاویل، جمع و تدوین اور نظم کے دلائل پر۔ ان میں "تاریخ القرآن" کے سوا باقی چار کتابیں: مفردات القرآن، اسالیب القرآن، التکمیل فی اصول التاویل اور دلائل النظام شائع ہو چکی ہیں۔ دوسری سات کتابیں جن میں مولانا قرآن مجید کے علوم و معارف اور اس کے اسرار و حکم پر بحث کرنا چاہتے تھے ان کی ترتیب کے مطابق یہ ہیں: حکمۃ القرآن، حجج القرآن، القائد الی عیون العقائد، الرائع فی اصول الشرائع، احکام الاصول باحکام الرسول، اسباب النزول، الرسوخ فی معرفۃ الناسخ والمنسوخ۔ ان کتابوں میں سے اب تک

صرف ایک کتاب "القائد الی عیون العقائد" زیور طبع سے آراستہ ہو سکی ہے۔[11]

اس فہرست کا آغاز مولانا کی تفسیر کے غیر مطبوعہ اجزاء سے کیا جائے گا، پھر قرآنیات پر مذکورہ بالا تصنیفی منصوبہ کی سات غیر مطبوعہ کتابوں اور قرآن مجید سے متعلق دوسرے رسائل کا تذکرہ ہوگا۔ اس کے بعد صحف آسمانی، معقولات، علوم عربیہ اور دوسرے متفرق موضوعات پر کتابیں زیر بحث آئیں گی۔

یہ ساری کتابیں ایک کے علاوہ عربی زبان میں لکھی گئی ہیں۔ جن کتابوں کے دیباچے موجود ہیں ان کے ابتدائی فقرے جن میں کتاب کے موضوع اور وجہ تالیف کی جانب اشارہ کیا گیا ہے بعینہٖ مصنف کے الفاظ میں نقل کرنے کا ارادہ تھا لیکن مضمون اردو میں ہے اور ضروری نہیں ہے اس سے فائدہ اٹھانے والے سارے اہل علم عربی سے واقف ہوں اس لیے مجبوراً اردو ترجمہ پیش کیا جا رہا ہے۔[12]

مضمون شروع کرنے سے پہلے اپنی جانب سے اور اہل علم کی جانب سے بھی استاذ محترم مولانا بدرالدین صاحب اصلاحی ناظم دائرہ حمیدیہ کا تہِ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ ان کی شفقت، عنایت اور فراخ دلی سے ہی مسودات فراہی کے اس گنجِ گراں مایہ تک رسائی حاصل ہوئی اور دوسروں کو بھی اس کی ایک جھلک دکھانے کا موقع ملا، فجزاہ اللہ تعالیٰ خیر الجزاء۔

۱۔ نظام القرآن و تاویل الفرقان بالفرقان

مولانا فراہیؒ نے ابتدا میں قرآن مجید کے آخر کی چند متفرق سورتوں کی تفسیر لکھی۔[13] باقاعدہ ایک تسلسل سے تفسیر لکھنے کا کام غالباً بہت بعد میں شروع ہوا چنانچہ سورہ بقرہ کی ۶۲ آیتوں سے آگے نہ بڑھ سکا۔ ابتدائی تفسیروں کے نہج میں جو تدریجی ارتقاء پایا جاتا ہے وہ اس تفسیر میں اپنے عروج کو پہنچ گیا ہے۔ مولانا فراہیؒ نے اپنی اصل تفسیر کے لیے جس اعلیٰ اور منفرد نہج کا انتخاب کیا تھا اس کی مکمل نمائندگی سورہ بقرہ کی یہی نامکمل تفسیر کرتی ہے، اس لیے اس کے مطالعہ کے بغیر مولانا کے طرز تفسیر پر ہر گفتگو ادھوری رہے گی۔

مسودہ کے شروع میں مولانا نے حاشیہ پر لکھا ہے کہ ہر سورہ کی تفسیر میں وہ سات عنوانات

کے تحت گفتگو کریں گے۔ اولاً ایک مقدمہ ہوگا جو عمومی مباحث اور سورہ کے مضامین کے تجزیہ پر مشتمل ہوگا۔ پھر ہر مجموعۂ آیات پر بالترتیب الفاظ کی تحقیق اور جملوں کی تشریح، نحو، بلاغت، تاویل آیات، تدبر اور نظم کے عنوان سے بحث ہوگی۔ چنانچہ تفسیر سورہ بقرہ کے شروع میں ۱۴ صفحات کا مقدمہ ہے جو دس فصلوں پر مشتمل ہے۔ پندرہویں صفحہ سے اصل تفسیر کا آغاز ہوتا ہے جو ۶۵ فصلوں میں ۱۴۴ اوراق پر مشتمل ہے۔ سورہ کی ۴۶ آیات پر مولانا نے اپنے مقررہ اصول کے مطابق تمام جہتوں سے کلام کیا ہے، البتہ ۴۷ سے ۶۲ تک کے مجموعۂ آیات پر صرف تین پہلوؤں "تفسیر الکلم"، "بیان تالیف الکلم" اور "نظرۃ من جہۃ البلاغۃ" سے بحث مکمل ہے، چوتھے عنوان "فی تاویل الجمل" کے تحت صرف تین سطریں لکھی جا سکی ہیں۔

تفسیر سورہ بقرہ کا ایک اور مقدمہ بھی اس مسودہ کے ساتھ علیحدہ رکھا ہوا ہے جو مذکورہ بالا مقدمہ سے قدیم تر ہے اور پندرہ صفحات پر مشتمل ہے۔

اس تفسیر کے بہت سے مباحث کی تلخیص اگرچہ مولانا اصلاحی کی تفسیر تدبر قرآن جلد اول میں آگئی ہے لیکن اس کے باوجود اصل کتاب کی اہمیت اپنی جگہ پر باقی ہے اور یہ مسودہ بغیر کسی ترتیب و تہذیب کے موجودہ صورت میں اشاعت کے قابل ہے۔

مولانا کے مسودات میں سورۂ آل عمران کی بھی ایک نامکمل تفسیر نظر سے گزری لیکن اس کے مطالعہ سے اندازہ ہوا کہ دوسری متفرق سورتوں کی طرح اس سورہ کی تفسیر بھی اصل کتاب شروع کرنے سے پہلے لکھی گئی تھی۔ اس کی ترتیب مولانا کی تمام تفسیروں سے مختلف ہے اس لیے گمان ہوتا ہے کہ شاید یہ سب سے قدیم ہو۔ مسودہ میں سرورق کے علاوہ ۳۰ اوراق ہیں اور ۲۱ آیتوں کی تفسیر ۹ فصلوں میں کی گئی ہے۔ سرورق پر فہرست مضامین ہے۔ اس کے بعد ایک سادہ ورق ہے جس پر نمبر نہیں دیا گیا ہے تاکہ فہرست میں اضافہ کیا جا سکے۔

۲۔ تفسیری حواشی

قرآن مجید کے مطالعہ کے لیے مولانا فراہیؒ نے اپنے مصحف کی جلد بندی اس طور پر کروائی تھی کہ مصحف کے ہر ورق کے بعد ایک سادہ ورق رکھا تھا۔ مطالعہ کے دوران جو باتیں ذہن میں

آتیں انھیں یادداشت کے طور پر انھیں اوراق پر لکھتے جاتے۔ اس طرح کے دو نسخے دائرہ حمیدیہ میں محفوظ ہیں۔ دائرہ حمیدیہ کے دور اول میں جب مولانا فراہی کے مسودات ان کے شاگرد رشید مولانا امین احسن اصلاحیؒ کے پاس تھے۔ متعدد حضرات نے یہ حواشی قرآن مجید کے دونوں مذکورہ نسخوں سے علیحدہ کاپیوں پر اپنے استفادہ کے لیے نقل کیے، پھر دوسروں نے ان کی نقلیں تیار کیں۔ کچھ لوگوں نے دونوں نسخوں کے حواشی کو ایک دوسرے سے ممتاز رکھا بایں طور کہ ایک سورہ کے بارے میں ابتدا سے آخر تک جو حواشی ایک نسخہ پر تھے پہلے ان سب کو نقل کر لیا، پھر اس سورہ سے متعلق دوسرے نسخہ کے حواشی نقل کیے۔ لیکن بعض لوگوں نے اپنی سہولت کے لیے حواشی کو اس طرح مرتب کیا کہ ایک آیت کے بارے میں دونوں نسخوں میں جو کچھ لکھا تھا اسے یکجا کر دیا۔ ہماری نظر سے مولانا کے اصل نسخے نہیں گزرے ہیں اس لیے صفحات کی تعداد معلوم کرنا ممکن نہیں، البتہ راقم السطور کے پاس ان حواشی کا جو نسخہ ہے وہ تقریباً ۱۰۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ حواشی کے شروع میں ایک مختصر دیباچہ ہے اس میں مولانا نے لکھا ہے کہ سب سے پہلے نظم ان پر ۱۳۱۰ھ یا اس کے لگ بھگ سورۂ بقرہ میں منکشف ہوا، پھر سورہ قصص کا نظم لکھا، اس کے بعد یہ سلسلہ تقریباً منقطع رہا یہاں تک کہ ۱۳۲۰ھ میں ایک طرف سے قرآن مجید پر اس پہلو سے غور کرنا شروع کیا۔[14]

۳۔ تاریخ القرآن

ظاہر قرآن سے متعلق مولانا جو پانچ کتابیں لکھنا چاہتے تھے ان میں مولانا کی ترتیب کے مطابق یہ چوتھی کتاب ہے اس کا مسودہ دس اوراق میں ہے۔ تین اوراق قدیم، بڑی سائز کے اور سات جدید، چھوٹی سائز کے۔ مبیضہ آٹھ صفحات میں ہے۔ کتاب کے شروع میں اس کے مضامین کا مجوزہ خاکہ درج ہے جو حسب ذیل ہے:

۱۔ قبل النزول حین کان فی ایدی الملائکة واللوح المحفوظ۔

۲۔ ایام النزول حین نزل علیٰ قلب محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

۳۔ جمعہ فی مصحف وترتیبہ حسب الحکمة لاحسب حدوث الوقائع فاتی جزئیاتها علیٰ غیر نظام التعلیم۔

۴۔ اشاعة وجمع الناس علیٰ قراءة واحدة۔

۵۔ تفسیرہ من الصحابة والتابعین اجتهاداً واستنباطاً من القرآن واللغة لا بالرأی المحض۔

۶۔ تفسیرہ من اصحاب الجدل بالرأی۔

۷۔ تفسیرہ من الجامعین وسد باب الامعان وتکثیر الاقوال من القسمین الاولین تقلیداً۔

۸۔ الرجوع الیٰ طریق السلف والاعتصام بالقرآن مع صحة المآخذ۔

۹۔ وأما المآخذ من جهة اللفظ فکلام العرب والقرآن۔

۱۰۔ من جهة المطالب: محکمات القرآن والسنة والتاریخ المعلوم۔

دس فصلوں پر مشتمل یہ ایک نہایت مربوط خاکہ ہے مگر افسوس ہے کہ اصل مسودہ میں "جمع القرآن وتنزیله"، "بدر القرآن"، "بدر النزول" اور "فی جمع القرآن وتنزیله" کے عنوان سے چند متفرق فصلیں ہی لکھی ہیں۔ ایک بحث کا صرف عنوان لکھا ہے، "شهر رمضان ولیلة القدر" یہ مسودہ خطبة الکتاب سے خالی ہے۔[15]

۴۔ حکمة القرآن

علوم قرآن سے متعلق سات کتابوں میں یہ پہلی کتاب ہے۔ اس کا مبیضہ ۲۷ اوراق پر مشتمل ہے، اس میں تین مسودے جمع ہیں:

۱۔ پہلے مسودے کے سرورق پر کتاب کا نام یوں درج ہے: "الحکمة البالغة فی الحکمة الاسلامیة التی یعلمها القرآن ویتقبلها اولوا الالباب بما انها تبلغ قلوبهم وتخاطب عقولهم" اس کے بعد "روابط الکتب السبعة" کے عنوان سے مذکورہ سات کتابوں کے موضوع، اہمیت اور ان کے باہمی ربط پر ایک نوٹ ہے۔ یہ مسودہ پانچ اوراق میں ہے۔

۲۔ دوسرے مسودے کے سرورق پر کتاب کا نام "حکمة القرآن" اور حاشیہ پر ایک

نوٹ ہے۔ یہ چار اوراق پر مشتمل ہے۔

۳۔ تیسرے مسودے کے سرورق پر بھی نام "حکمۃ القرآن" ہے۔ اس کے بعد "فہرس مطالب الفصول" کا صرف عنوان ہے۔ فہرست لکھی نہیں ہے۔ یہ اصلاً سات اوراق میں ہے اس کے بعد گیارہ[۱۱] اوراق میں اس سے متعلق متفرق مباحث ہیں۔

پہلے مسودہ کے مبیضہ میں، دوسرے ورق پر حاشیہ میں "تذکرہ" کے عنوان سے مولانا نے کتاب کے مطالب کی جانب اشارہ کیا ہے۔[۱۶]

۵۔ النظام فی الدیانۃ الاسلامیۃ

جس طرح مولانا کی تمام قرآنی تالیفات ان کے مقدمۂ تفسیر کے مختلف اجزاء ہیں اور ان کے موضوع کی اہمیت اور مطالب کی وسعت کی بنا پر انھیں مستقل کتابوں کا درجہ ملا، اسی طرح یہ کتاب اصلاً مذکورہ بالا کتاب "حکمۃ القرآن" کا حصہ ہے۔ کتاب کے نام کے بعد ہی یہ وضاحت موجود ہے کہ "وھی جزء من کتاب حکمۃ القرآن"۔ مستقل کتاب ہونے کا ایک ثبوت یہ ہے کہ مولانا نے اس کا مستقل خطبہ لکھا ہے۔ خطبہ کے بعد تمہید یوں شروع کی ہے:

> "امابعد! یہ رسالہ ہماری کتاب حکمۃ القرآن العظیم کا حصہ ہے۔ اس میں ہم نے بتایا ہے کہ حکمت کی بنیاد اس پر ہے کہ وجود کے اجزاء کے درمیان ہم آہنگی اور سازگاری کا علم حاصل ہو۔ یہ علم اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتا جب تک کائنات کے نظام کا علم نہ ہو اور اس کے لیے یہ جاننا ضروری ہے کہ کائنات کے اجزاء ایک ہی نظام کے اجزاء ہیں۔"

۶۔ حجج القرآن

مولانا اصلاحی کے الفاظ میں مولانا فراہیؒ نے اس کتاب میں "پہلے منطق، فلسفۂ قدیم اور فلسفۂ جدید کی خامیوں سے بحث کی ہے اس کے بعد قرآنی فلسفہ کے اصول بیان کر کے ان کی عقلی قدر و قیمت واضح کی ہے۔"[۱۷] اس کتاب کا مبیضہ سرورق کے علاوہ ۱۶۸ صفحات پر مشتمل ہے اور اس میں تین مسودے یکجا ہیں۔ ترتیب میں آخری مسودے کو پہلے رکھا گیا ہے اور ابتدائی کو آخر میں۔ تینوں کے صفحات حسب ذیل ہیں:

مسودہ ۳	صفحات	۱-۹۰
مسودہ ۲	"	۹۱-۱۵۵
مسودہ ۱	"	۱۵۶-۱۶۸

آخری مسودے کے شروع میں کتاب کے نام کے بعد فہرست مضامین ہے۔ یہ فہرست ایک مقدمہ، تین مقالات اور خاتمہ پر مشتمل ہے۔ ہر مقالہ میں تین تین ابواب ہیں۔ مقدمہ میں دو فصلیں ہیں جن میں کتاب کے موضوع، مقصد، تفسیر قرآن کے تعلق سے اس کی ضرورت اور اس کی عام علمی اہمیت پر روشنی ڈالی ہے۔

پہلے مقالہ کا موضوع ہے نقد اور اس میں تین ابواب ہیں۔ باب اول منطق پر نقد، اس باب میں دس فصلیں ہیں۔ باب دوم فلسفہ پر نقد، اس میں سات فصلیں ہیں۔ باب سوم علم کلام پر نقد اس میں پانچ ہیں۔

دوسرے مقالہ کا عنوان ہے "تأسیس العلم" اس میں بھی تین ابواب ہیں۔ باب اول کا عنوان "المیزان" باب دوم کا "الحکمۃ" اور باب سوم کا "فی طریق احتجاج القرآن" ہے۔ بظاہر اس مقالہ کا موضوع قرآن مجید کی روشنی میں منطق، فلسفہ اور علم کلام کی تشکیل جدید ہے۔ مقالہ کے تینوں ابواب دس دس فصلوں پر مشتمل ہیں۔

تیسرے مقالہ کا عنوان "حجج القرآن" ہے۔ اس میں بھی تین ابواب ہیں۔ باب اول ربوبیت کے دلائل پر، باب دوم معاد کے دلائل پر اور باب سوم رسالت کے دلائل پر۔ یہ تینوں ابواب بھی دس دس فصلوں پر مشتمل ہیں، اس کے بعد خاتمہ ہے۔

واضح رہے کہ ہر باب میں فصلوں کی تعداد متعین ہے لیکن ان کا عنوان نہیں لکھا ہے۔

یہ کتاب جیسا کہ اس کی فہرست سے واضح ہے اگر مکمل ہو گئی ہوتی تو اسلامی لٹریچر میں ایک عظیم الشان اضافہ ہوتا۔ افسوس ہے کہ مولانا کی تصنیفات کے بارے میں میرے پاس جو معلومات ہیں ان سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ مولانا نے اس مسودہ میں بالفعل اس فہرست کے کتنے مطالب پر لکھا ہے۔

مسودہ ۱ کی فہرست میں دیباچہ کے بعد کتاب کو دو حصّوں میں تقسیم کیا گیا ہے ایک عمومی دوسرا خصوصی۔ عمومی حصہ میں درج ذیل موضوعات ہیں:

حُجّت کی تعریف، تقسیم، طریقے اور اس کے مختلف نام۔ وحی کے استدلال میں فریقین کا مقام، استدلال کے مبادی، ان مبادی کا اثبات، تین بدیہی مبادی، استدلال کے اسالیب، استدلال کے مخفی ہونے کے اسباب۔

خصوصی حصہ میں معرفتِ رب پر چند فصلیں پھر الوہیت پر صفات باری، آیات آفاق اور آیات انفس سے استدلال اور اس کے بعد آخرت اور رسالت کے موضوع پر چند مباحث ہیں۔

۷۔ الرائع فی اصول الشرائع

اس کتاب کا اصل مسودہ ۲۲ اوراق پر مشتمل ہے جن پر ترتیب سے نمبر پڑے ہوئے ہیں۔ اسی کے ساتھ کتاب سے متعلق مختلف مباحث پر مشتمل ۳۴ اوراق بھی رکھے ہوئے ہیں۔ یہ کتاب خطبہ سے خالی ہے۔ سرورق پر جو نوٹ درج ہے اس میں مولانا نے کتاب کے موضوع اور اس کے مضامین کی جانب اشارہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

"اس کتاب میں ہم درج ذیل امور پر گفتگو کریں گے:

۱۔ احکام اور ان کے اصول جاننے کی ضرورت۔

۲۔ احکام کی اہمیت عمومی طور پر اور ایمان، اصلِ عبودیت اور تقربِ الی اللہ سے ان کا ربط تاکہ ان احکام کا مکلّف بنانے کی حکمت واضح ہو۔

۳۔ دین میں مخصوص احکام مثلاً نماز، زکاۃ، حج، روزہ اور حمایتِ حق وغیرہ کا مرتبہ، ان کے باہمی رشتے اور ایک کی دوسرے پر فضیلت۔ مثال کے طور پر نماز کے سلسلہ میں یہ باتیں بیان کی جائیں گی۔

(۱) نماز کی حقیقت (۲) نماز کی تاریخ (۳) دین میں نماز کا مقام (۴) نماز کی برکتیں (۵) دوسرے احکام سے نماز کا تعلق۔

بالفاظ دیگر ہم نماز پر اس طرح غور کریں گے کہ اس کی حقیقت کی تہ تک پہنچ جائیں، پھر

مختلف سمتوں سے اس پر نگاہ ڈالیں گے تاکہ جہاں ممکن ہو نماز کے احوال وکیفیات کا احاطہ کیا جاسکے۔"

اسی مسودہ میں چار صفحات کا ایک مضمون نظر آیا جو علامہ شبلیؒ کے استفسار پر جواباً لکھا گیا تھا۔ عنوان ہے "حکمة بعض الشرائع المتعلقة بفرائض الزوجين" عنوان کے بعد ہی قوسین میں یہ نوٹ درج ہے: "اَرسلتُ به الیٰ استاذنا العلامة لما سألنی عن هذه المسئلة۔"

۸۔ احکام الاصول باحکام الرسول علیہ السلام

اس کتاب میں مولانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرآنی استنباطات کی روشنی میں فقہی احکام کے استنباط کے اصول بیان کرنا چاہتے تھے۔ کتاب کا مسودہ کل ۱۷ اوراق پر مشتمل ہے۔ ۸ اوراق تک نمبر پڑے ہوئے ہیں۔ اس کے بعد کتاب سے متعلق متفرق بحثیں رکھی ہوئی ہیں۔ بیضہ ۹ اوراق میں ہے۔ سرورق پر کتاب کا نام اور موضوع یوں درج ہے:

"احکام الاصول باحکام الرسول علیہ السلام فی علم اصول الفقه الماخوذ من استنباطات الرسول علیہ السلام من القرآن الحکیم۔"

تیسرے ورق پر بسم اللہ اور خطبۃ الکتاب کے بعد تمہید اس طرح شروع ہوتی ہے:

"اس کتاب کا موضوع اصول فقہ ہے اور اس کی بنیاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان احکام پر رکھی گئی ہے جو آپ نے قرآن مجید سے مستنبط فرمائے۔ یہ ایک نیا موضوع ہے۔ ہمارے علماء نے اس کی جانب اس لیے توجہ نہ کی کہ انھوں نے سوچا جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کریم علیہ افضل الصلاۃ والتسلیم کی اطاعت ہم پر فرض کردی ہے تو اب آپ نے جن باتوں کا ہمیں حکم دیا یا جن باتوں سے منع فرمایا ان کی سند اور ان کا ماخذ معلوم کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ اس لیے کہ آپ کا قول بجائے خود ایک مستقل اصل (ماخذ شریعت) ہے خواہ آپ نے اسے قرآن مجید سے مستنبط فرمایا ہو یا نہ مستنبط فرمایا ہو۔"

اس کے بعد مولانا مزید لکھتے ہیں:

"یہ (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کا بجائے خود مستقل مآخذ شریعت ہونا) ایک مسلم امر ہے جس میں کسی مسلمان کو شک نہیں ہو سکتا، لیکن اسی کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کتاب اللہ سے احکام کا استنباط فرمایا کرتے تھے، آپ نے خود بہت سے احکام میں اس کی صراحت کی ہے اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں آپ کو اس کا حکم بھی دیا تھا جیسا کہ ہم آئندہ ذکر کریں گے۔ اگر ہمیں آپ کے استنباط کے طریقوں کا علم ہو جائے تو اس سے بہت سے فوائد حاصل ہوں گے۔ ہم یہاں ان فوائد کا ذکر اختصار کے ساتھ کرتے ہیں" تو خود حدیث مفصل بخواں ازیں مجمل!"

۹۔ اسباب النزول

مسودہ ۹ اوراق میں ہے۔ کچھ صفحات پر نمبر پڑے ہیں، سرورق پر کتاب کا نام جلی خط میں لکھا ہے اور اسی پر کتاب کے مضامین کا مجمل خاکہ بطور یادداشت اس طرح درج ہے:

۱۔ ما ھو سبب النزول۔

۲۔ مطابقة التنزیل بسبب النزول۔

۳۔ التنزیل منوطٌ به ومحوَّلٌ علیه (مثل الحرمات)

۴۔ التاویل منوطٌ به ویتغیر بتغیره (لابد من امثلة)

۵۔ لاینبغی أن یُعتمد فیه علی اخبار الآحاد (لاثره علی معانی الآیات)۔

۶۔ المستنبط الصحیح المعتمد علیه فی علم اسباب النزول (ثلاث)

۷۔ بهذا المعنی تنحل الاشکالات۔

۸۔ دون ذلك لاسبیل الی الاعتصام بالکتاب۔

سرورق پر "وجوه الضلالات من التسامح فی اخذ اسباب النزول" کے عنوان سے ایک نوٹ ہے۔ دوسرے ورق پر جس پر نمبر پڑا ہے "اسباب النزول۔ حد السبب و

تعریفه وشدة الحاجة الیه" کے عنوان سے ایک بحث ہے۔ یہ پہلی فصل ہے، پھر ایک طویل بحث بغیر عنوان کے ہے۔ اس میں اسباب النزول میں اختلاف اور اس بارے میں صحیح مسلک پر گفتگو کی گئی ہے۔ اس کا مبیضہ ۱۱ اوراق میں ہے[18]

۱۰۔ الرسوخ فی معرفة الناسخ والمنسوخ

کتاب کا مبیضہ ۸ اوراق میں ہے۔ سرورق پر کتاب کا نام اور "فہرس مطالب الفصول" درج ہے۔ یہ فہرست دو ابواب پر مشتمل ہے۔ باب اول کلیات یعنی عمومی مباحث پر اور باب دوم میں نسخ سے متعلق آیات کی تفصیل ہے۔ باب اول میں ۱۲ فصلیں ہیں۔ ابتدائی پانچ فصلوں پر نمبر لگے ہیں اور ان کے عنوانات بھی لکھے ہیں جو حسب ذیل ہیں:

۱۔ ما ھو النسخ، وتنقیح المسألة عن نزاع لفظی۔

۲۔ الحکمة فی النسخ۔

۳۔ محل النسخ من الامور۔

۴۔ الناسخ لایکون الا الشارع وهو الله ورسوله باذنه۔

۵۔ غیر القرآن لاینسخ القرآن۔

چھٹی اور ساتویں فصلوں کے صرف نمبر ہیں عنوانات نہیں لکھے ہیں جب کہ ان کے بعد حسب ذیل ۶ عنوانات بغیر نمبروں کے درج ہیں:

- اهم النسخ ما جاء به القرآن لما قبله۔
- ذکر قسمین من ثلاثه اقسام النسخ۔
- الحکمة العامة فی النسخ وهی تبقی۔
- القسم الثالث من النسخ الباقی۔
- جوابُ قولِ نُفاةِ النسخ
- کشف معنی کلمة النسخ وبیانُ قولِ نفاةِ النسخ۔

اصل کتاب کے شروع میں ایک سطر میں نامکمل خطبة الکتاب ہے۔ پھر درج ذیل عنوانات

سے چند فصلیں لکھی ہوئی ہیں :

- اصول تتعلق بالنسخ۔
- نسخ الشرائع۔
- نسخ لبعض احکام القرآن ببعضہ۔
- النسخ جُلّہ للشرائع السابقۃ۔
- الحکمۃ فی النسخ۔
- فی بیان نسخ البدع والاھواء۔
- انکار النسخ فی القرآن۔

۱۱۔ اوصاف القرآن

اس رسالہ کا اصل مسودہ دس اوراق پر مشتمل ہے۔ سرورق پر کتاب کا نام خطبۃ الکتاب، تمہید اور حاشیہ پر دو نوٹ ہیں۔ پھر پانچ صفحات پر کچھ تحریریں ہیں۔ اس کے علاوہ ایک اور مسودہ بھی ہے جس میں اس کتاب سے متعلق کچھ فصلیں جو متفرق اوراق میں ہیں یکجا کر دی گئی ہیں۔ اس مجموعہ میں چار اوراق پر مولانا نے اپنے طریقہ کے مطابق صراحت کر دی ہے کہ "من کتاب اوصاف القرآن" اس کے بعد بیشتر اوراق پر یہ عنوان ہے "من تاویل الآیات" ایک ورق پر "أبکار الازھار" لکھا ہے، اور نمبر ۱۲ دیا ہے۔ اصل مسودہ کا مبیضہ دس اوراق میں ہے اور اس میں دوسرے مسودے کی بھی کچھ فصلیں شامل ہیں۔

۱۲۔ فقہ القرآن

اس کتاب میں مولانا قرآن مجید کے فقہی احکام کا استقصار کرنا چاہتے تھے۔ اس کا مسودہ پانچ اوراق میں ہے۔ مولانا کی تحریر چھ صفحات پر پائی جاتی ہے۔ سرورق پر کتاب کا نام اور مقدمہ ہے مبیضہ چار اوراق پر مشتمل ہے۔

۱۳۔ الاکلیل فی شرح الانجیل

مسودہ کے کل اوراق کی تعداد دس ہے لیکن مکتوبہ صفحات صرف تین ہیں سرورق پر خطبۃ الکتاب

اور مقدمہ ہے۔ دوسرے ورق پر "معنی کلمۃ الانجیل" کے عنوان سے لفظ انجیل کی لغوی تحقیق ہے۔ تیسرے ورق پر "الاصول للشرح" کے عنوان سے ایک بحث ہے خطبۃ الکتاب کے بعد دیباچہ اس طرح شروع ہوتا ہے :

> "یہ کتاب ان اناجیل کی شرح ہے جن کے سوا کوئی انجیل اس وقت نصاریٰ کے پاس موجود نہیں۔ نصاریٰ ان انجیلوں کی صحت کے قائل ہیں اور ان کا دعویٰ ہے کہ حوارین نے یہ انجیلیں روح القدس کی مدد سے قلم بند کیں، حالانکہ خود عیسائی علماء کو اس کا اعتراف ہے کہ اصل انجیل ضائع ہو گئی اور یہ نسخے جعلی ہیں جیسا کہ ہم نے اپنی کتاب "الطریف فی التحریف" میں بیان کیا ہے۔"

اس کے بعد مولانا نے ان اسباب کی جانب اشارہ کیا ہے جو اس کتاب کی تالیف اور موجودہ انجیلوں کی شرح کے داعی ہوئے۔

۱۴۔ الازمان والادیان

مولانا سید سلیمان ندویؒ نے لکھا ہے کہ مصنف اس کتاب میں یہ واضح کرنا چاہتے تھے کہ دین ہمیشہ ایک ہی رہا ہے۔ زمانہ کے تغیر سے دین نہیں بدلتا[۱۹]۔ غالباً سید صاحب کی نظر سے اصل رسالہ نہیں گزرا تھا۔ درحقیقت اس رسالہ کا موضوع مولانا اصلاحی کے الفاظ میں یہ ہے کہ "دین میں خاص خاص مہینوں اور دنوں اور تاریخوں اور اوقات کا جو اہتمام ہوتا ہے اس میں کیا رمز ہے"[۲۰]۔

اس رسالہ کے تین مسودے ہیں۔ پہلا مسودہ تین اوراق میں ہے۔ مکتوبہ صفحات پانچ ہیں، سرورق پر کتاب کا نام اور "قال الفراھی عفا اللہ عنہ" کے بعد چار اشعار ہیں[۲۱]۔ حاشیہ پر "فی تفسیر قولہ تعالیٰ (والنجم اذا ھویٰ)" کے عنوان سے آیت کریمہ کی تشریح ہے جو دوسرے صفحہ تک چلی گئی ہے۔ اس کے بعد دوسرے ورق پر "عاشوراء" کے عنوان سے ایک بحث ہے۔

دوسرے مسودہ میں کل بارہ اوراق ہیں اور مکتوبہ صفحات آٹھ ہیں۔ سرورق پر صرف کتاب کا نام ہے۔ اوراق پر نمبر پڑے ہوئے ہیں مگر ورق ۸ اور ورق ۲۵ کے درمیان اوراق غائب ہیں۔ ۲۶ ویں ورق پر نمبر ہے اس کے بعد چار اوراق بغیر نمبر کے ہیں۔

تیسرے مسودہ میں جو متفرق اوراق کا مجموعہ ہے نو اوراق ہیں۔ صفحات پر نمبر پڑے ہیں جو ۱۶ تک مسلسل ہیں۔ اس کے بعد والے ورق کے پہلے صفحہ پر نمبر ۲۱ ہے۔

۱۵۔ الاشراق

کتاب کا پورا نام "الاشراق فی الحکمة الاولیٰ من حقائق الامور و مکارم الاخلاق" ہے۔ مسودہ چھ اوراق میں ہے جن میں مکتوبہ اوراق چار ہیں۔ سرورق پر کتاب کے نام کے بعد "فہرست مطالب الفصول" کے عنوان کے بغیر مضامین کی فہرست یوں درج ہے:

۱۔ البساطة والترکیب والغنی والفقر، والکمال والنقص۔

۲۔ الھویة والعرض والصفة والاثر والشأن۔

۳۔ الوجود والعدم۔

۴۔ الحدوث والقِدم

۵۔ الزمان والمکان

۶۔ الفعل والانفعال والارادة والقسر۔

۷۔ الایجاد والتحویل والترکیب۔

۸۔ المخلوق والتالی واللازم (الفرق بین ھٰذہ الثلاثة)

۹۔ النسبة بین الفاعل والمنفعل والقادر والمقدور والمقھور۔

۱۰۔ الھویة والعرض لکھ کر مٹا دیا ہے۔

۱۱۔ الاتصال والقرب والاحاطة۔

اسی ورق کے حاشیہ پر "الھویة" سے متعلق ایک نوٹ ہے۔ اصل کتاب دوسرے ورق سے شروع ہوتی ہے۔ خطبة الکتاب کے بعد مولانا لکھتے ہیں:

"۔ ۔ ۔ اس کتاب کی ترتیب میں مَیں نے ایک نیا انداز اختیار کیا ہے جس میں قدماء اور متاخرین دونوں کے نہج کی خوبیاں جمع ہو گئی ہیں۔ قدماء میں بیشتر نے اپنی معلومات کو متفرق فقروں اور منتشر اشاروں کی صورت میں بغیر کسی تعلیمی ترتیب

کے لکھا جس کی بنا پر اصول اور فروع باہم خلط ملط ہو گئے، کتنی جڑیں کمزور رہ گئیں اور کتنی ہی شاخوں کو نکلنے کا موقع نہ مل سکا۔ لیکن قدماء کا کلام باوجود اس کے کہ یقینی علم اور قوی دلائل فراہم نہیں کرتا ایسی عقل کے لیے جو ترقی کی راہ پر جانفشانی اور یکسوئی سے گامزن ہو بہت مفید ہے۔ ان کے کلام میں روشنی، فکر انگیزی اور رہنمائی کا خاصا سامان موجود ہے۔ اگر انھوں نے اس علم کو پایۂ تکمیل تک نہیں پہنچایا۔ اور کون پہنچا سکتا ہے۔ تو اس میں شبہ نہیں کہ اپنے بعد آنے والوں کی انھوں نے مدد ضرور کی ہے۔ نیز ان کا طریقہ تصنّع سے دور، نقد و نظر کے لیے زیادہ سہل اور علم کی ترقی کے لیے زیادہ مفید ہے۔ کیونکہ عمارت کی تکمیل نہ کر کے انھوں نے اضافہ کے امکانات اور تعمیر کی مختلف شکلوں کے لیے گنجائش باقی رکھی ہے۔"

"لیکن متاخرین نے یہ گمان کر لیا کہ انھوں نے علم کی آخری حدوں تک رسائی حاصل کر لی، چنانچہ انھوں نے اسے ناقابل ترمیم قرار دے دیا۔ حالانکہ علم ایک ایسا سمندر ہے کہ نہ اس کی وسعت کی کوئی انتہا ہے نہ اس کی گہرائی کی کوئی حد علماء کی مثال ان بچوں کی سی ہے جو ساحل سمندر پر خوش رنگ سنگریزے چُن رہے ہوں، یا جیسے کوئی پرندہ سمندر کے اوپر منڈلاتے منڈلاتے اچانک گرے اور چند قطرے لے کر دفعۃً پرواز کر جائے۔ چنانچہ میں نے سوچا کہ اس علم کے جو حقائق مجھ پر واضح ہوئے ہیں انھیں ایک موزوں تعلیمی ترتیب سے بیان کر دوں میں نے ہر مسئلہ کو الگ الگ اور جہاں تک ممکن ہو سکا نہایت مختصر مگر واضح الفاظ میں لکھا ہے، نیز ہر مسئلہ پر عقل اور وحی دونوں کی شہادتیں پیش کی ہیں۔ وما توفیقی الا باللہ وعلیه توکلت والیه أُنیب۔"

اس کتاب کا مبیضہ چار اوراق میں ہے۔

۱۶۔ القسطاس

کتاب کا پورا نام "القسطاس لوزن الاعمال واختیار ماھو الراجح فی المقیاس"

ہے۔ اصل مسودہ آٹھ اوراق میں ہے۔ مکتوبہ صفحات سرورق سمیت سات ہیں۔ سرورق پر کتاب کا نام اور اس کا موضوع اس طرح لکھا ہے: "القسطاس، وھی رسالة فی علم جدید وھو منطق العمل ومیزان الارادات واساس الحکمة العلمیة۔"

سرورق کے بعد ایک ورق سادہ ہے پھر اصل کتاب شروع ہوتی ہے۔ کتاب کے نام، بسم اللہ اور خطبۃ الکتاب کے بعد "تمہید لبیان الموضوع" کے عنوان سے کتاب کے موضوع اور سبب تالیف پر روشنی ڈالی ہے۔ لکھتے ہیں:

"....اگر تم نے ان امور کو ذہن نشین کر لیا ہے تو اب ہم تمھیں ایک نئے علم کی جانب متوجہ کرنا چاہتے ہیں جو علم تزکیہ اور حکمتِ عملی کی اسی طرح اساس بن سکے جس طرح علم استدلال حکمت نظری کی اساس ہے۔ ہم نے حکماء میں کسی کو نہیں پایا کہ اس نے اس علم پر گفتگو کی ہو اور اسے مستقل فن کا درجہ دیا ہو حالانکہ یہ علم اس کا مستحق تھا چنانچہ ہم نے اس پر بحث کی اور اس کا نام "القسطاس لوزن الاعمال واختیار ماھو الراجح فی المقیاس" رکھا۔ اللہ تعالیٰ ہی ہر خیر کی توفیق بخشنے والا ہے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس رسالہ کو میرے لیے اور ہر اُس شخص کے لیے جو اپنے نفس کا تزکیہ اور موت سے پہلے اس دنیا کی زندگی سے زادِ راہ لینا چاہتا ہو نفع بخش بنائے۔"

یہ پورا مسودہ ترتیب کے ساتھ سات فقروں پر مشتمل ہے۔ اس کے بعد آٹھ اوراق میں کتاب سے متعلق متفرق مباحث ہیں جن پر "من کتاب القسطاس" لکھا ہے۔ مبیضہ دونوں کا ایک ساتھ چودہ اوراق میں ہے۔

۱۷۔ النظر الفکری حسب الطریق الفطری

اصل مسودہ آٹھ اوراق میں ہے، بعد میں دو اوراق کا جو کسی اور وقت لکھے گئے ہیں شروع میں اضافہ کر دیا گیا ہے۔ مکتوبہ اوراق ۹ ہیں۔ اصل مسودہ پر بسم اللہ اور مختصر خطبہ کے بعد کتاب کے بارے میں مولانا نے تمہید اس طرح شروع کی ہے:

"اس مختصر رسالہ میں واضح کیا گیا ہے کہ منطق میں ارسطو کے بیان کردہ

طریقہ کے بجائے فطری طور پر فکر کس طرح کام کرتا ہے۔ اس لیے کہ ارسطو کا طریقہ ایک فرضی چیز ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اگر فکر اس کے مطابق کام کرے تو غلطی سے محفوظ رہے گا لیکن فکر کا حال یہ ہے کہ اس کے مطابق کبھی کام نہیں کرتا۔ وہ ایک کسوٹی ضرور ہے جس پر فکر کو پرکھا جا سکتا ہے۔ اس کا معاملہ فن عروض جیسا ہے۔ شاعر فنِ عروض کو سامنے رکھ کر شعر نہیں کہتا البتہ دوسرے لوگ اس فن کے ذریعہ وزن کے صحت وسقم کا پتہ لگاتے ہیں۔"

اس مسودہ کا مبیضہ چھ اوراق میں ہے۔

۱۸۔ العقل وما فوق العقل

اس رسالہ کا مبیضہ چار اوراق میں ہے۔ مبیضہ کو دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ مسودہ کے اوراق زیادہ ہوں گے۔ رسالہ کے شروع میں یہ نوٹ ہے کہ "یہ رسالہ مختصر ہونے کے باوجود حکمت کو سمجھنے کے لیے تمہید کا کام دے گا"۔ اس کے بعد بسم اللہ اور مختصر خطبہ ہے، پھر وجہِ تالیف یوں بیان کی ہے:

"اس کتاب کا موضوع عقل اور ماورائے عقل ہے۔ اس موضوع پر گفتگو کرنے کا مقصد ایک زبردست فکری اختلاف کو ختم کرنا ہے جس میں ہم انسان گرفتار ہیں۔ اس سلسلہ میں تین بنیادی باتیں ہیں۔ پہلی بات یہ ہے کہ ایک ایسا حَکَم تلاش کیا جائے جو ہمارے درمیان فیصلہ کر سکے۔ چونکہ حَکَم وہی بن سکتا ہے جس پر سارے فریق متفق ہوں اور ہم دیکھتے ہیں کہ ہر شخص مدعی ہے کہ عقل اسی کی رائے کی تائید کرتی ہے۔ ہر فریق عقل ہی سے کام لیتا ہے اور اسی کو اپنی حمایت میں پیش کرتا ہے۔ عقل کے سوا کوئی اور چیز ایسی نہیں جس پر سارے لوگ اس طرح متفق ہوں۔ چنانچہ ہم نے بھی اسی عقل کو حَکَم قرار دیا ہے۔

دوسری بنیادی بات یہ ہے کہ عقل کی حدود معلوم کی جائیں تاکہ ان امور میں عقل کو حَکَم تسلیم نہ کیا جائے جو اس کی قلمرو سے باہر ہیں۔

تیسری بات یہ ہے کہ عقل سے جو چیزیں ماوراء ہیں ان کے ادراک کا ذریعہ تلاش کیا جائے۔

اگر آپ یہ سوال کریں کہ جب سے دنیا قائم ہے انسانوں نے عقل ہی کو حَکَم بنایا لیکن اختلاف اسی شدومد سے باقی رہا تو کیا تم نے کوئی نیا مسلک اختیار کیا ہے؟ تو میرا جواب یہ ہے کہ ہاں اور میں اسی مسلک کی جانب اب اشارہ کرنا چاہتا ہوں اور تفصیل میں جانے سے پہلے اجمالی طور پر اس کے بارے میں بتاؤں گا۔۔۔"[۲۳]

۱۹۔ المنطق الجدید

خطبہ اور دیباچہ کے بغیر اس رسالہ کا مسودہ اٹھارہ (۱۸) اوراق پر مشتمل ہے۔

۲۰۔ ۔۔۔۔۔۔

سات فصلوں پر مشتمل ایک بے نام مسودہ سفید کاغذ پر گیارہ (۱۱) اوراق میں ہے فصلوں پر ترتیب سے نمبر لگے ہیں، اوراق پر نمبر نہیں ہیں۔ پہلے صفحہ پر پہلی بحث "مناط صحۃ الحکم" ہے اور اس کے بائیں حاشیہ پر "فہرس المطالب" یوں ہے:

۱۔ مناط صحۃ الحکم۔
۲۔ الذات والصفات۔
۳۔ صفات النفس والمادۃ۔
۴۔ القوۃ والذات۔
۵۔ الحقیقۃ الاولیٰ۔
۶۔ الزمان والمکان۔
۷۔ النظر فی الزمان والمکان۔

اس سے قبل کتاب الاشراق کی فہرستِ مضامین میں بھی "الزمان والمکان" کا

عنوان گزر چکا ہے۔ اسی عنوان سے ایک نامکمل افادہ "القائد الی عیون العقائد" میں مرتّب نے نقل کیا ہے۔

۲۱۔ الدّر النضید فی النحو الجدید

نحو و صَرف کی ابتدائی تعلیم کے لیے مولانا نے عام کتابوں سے ہٹ کر بالکل جداگانہ انداز میں اسباق النحو (دو حصّے) اور تحفۃ الاعراب کے نام سے جو مختصر رسائل لکھے وہ اپنے مقصد میں نہایت کامیاب اور اس فن کو سکھانے کے لیے تیر بہدف نسخے ثابت ہوئے۔ نحو و صَرف سکھانے کے لیے اس دَور میں جدید طرز پر جو کتابیں لکھی گئی ہیں ان کے بارے میں عام تاثر یہ پایا جاتا ہے جو بڑی حد تک درست بھی ہے کہ ان کے ذریعہ پختگی پیدا نہیں ہوتی، جب کہ قدیم طرز میں سب سے بڑا نقص یہ ہے کہ قواعد تو ازبر ہو جاتے ہیں مگر ان کو برتنے کا ڈھنگ معلوم نہیں ہو پاتا۔ لیکن مولانا کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق اسباق النحو کے ذریعہ نحو و صرف کی تعلیم کا جو طویل تجربہ کیا گیا ہے اس کے نتائج حیرت انگیز اور دوسرے طریقوں کے نقائص سے محفوظ ثابت ہوئے ہیں۔

ان رسائل کے لکھنے کا مقصد یہ تھا کہ مبتدی طلبہ کو نحو و صَرف کی بنیادی اور ضروری باتیں جلد اور آسانی سے معلوم ہو جائیں۔ چنانچہ بیشتر مباحث میں تعریفات کے بجائے مثالوں سے کام لیا گیا ہے اس لیے کہ انسان، مولانا کے الفاظ میں "فطرتاً مثالوں ہی سے اشیاء کو پہچانتا ہے نہ کہ منطقی تعریفات سے، اس سے تو اکثر منتہی بھی عاجز ہو جاتے ہیں۔"[۲۴]

مولانا علیحدہ سے بھی فن نحو کو جدید طرز پر مرتب کرنا چاہتے تھے۔ اس کی جانب اسباق النحو حصہ اول کے مقدمہ میں اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"یہ کتاب ماخوذ ہے النحو الجدید سے۔ قدیم صرف و نحو کی کتابوں سے اس میں کہیں کہیں اختلاف کیا گیا ہے جس کی وجہ اصل کتاب میں مفصل ملے گی۔

یہاں رفع خلجان کے لیے صرف دو باتیں قابل ذکر ہیں: اول یہ کہ نحو جدید میں اعراب کی بنیاد اختلاف حالت پر رکھی گئی ہے نہ کہ اصل پر۔ اس سے اوّلاً تو

سو عاملوں سے نجات مل جاتی ہے اور ثانیاً فعل چونکہ اختلاف حالات نہ رکھنے کی وجہ سے معرب نہیں رہ جاتا اس لیے فعل کی طولانی بحث میں پڑنے سے پہلے ہی اعراب کی تعلیم دی جاسکتی ہے اور اس سے بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ ابتدا ہی سے مشق عبارت شروع ہوجاتی ہے۔ پھر جب فعل شروع ہوتا ہے تو چونکہ اعراب سے واقفیت ہوچکتی ہے فوراً اس کا استعمال بھی ہونے لگتا ہے اور فعل کے تمام ہوتے ہوتے ادب میں کافی استعداد پیدا ہوجاتی ہے۔ برخلاف قدیم طریقہ کے کہ اس میں ایک مدت دراز تک خشک اور پیچیدہ صرف و نحو کے قواعد رٹنے ہوتے ہیں، اس کے بعد کہیں جاکر ادب کی نوبت آتی ہے۔ اس جدید طریقہ کا تجربہ کیا گیا اور حیرت انگیز کامیابی ہوئی"۔

مولانا نے اپنے منظوم رسالہ تحفۃ الاعراب کی تمہید میں انہیں خیالات کو اس طرح ظاہر کیا ہے:

قدما کا تھا راستہ دشوار — بیٹھ جاتا تھا راہ رو تھک کر
راہ تاریک اور منزل دور — اور پھر ہر قدم پہ اک ٹھوکر
اب ہے اعراب کی نئی تعریف — اور ترتیب فن بطرز دگر
فعل اعراب سے ہوئے آزاد — اور عوامل ہیں سارے شہر بدر
فن میں اب کوئی پیچ و خم نہ رہا — راہ مشکل رہی نہ طول سفر[۲۴]

مولانا نے اپنی مذکورہ بالا کتاب کے لیے تاریخی نام "الدر النضید فی النحو الجدید" تجویز کیا تھا، اس کے دو مسودے موجود ہیں۔ ایک اصلاً چار اوراق میں ہے پھر "النحو الجدید" کے عنوان سے متفرقات پانچ اوراق میں ہیں۔ ایک اور مسودہ چھوٹی سائز کے ۳۵ اوراق میں کتاب کے متفرق مواد پر مشتمل ہے۔ اس کے شروع میں لکھا ہے: نبذ شتی لکتاب جوھر نضید فی النحو الجدید" نام کے نیچے ۱۳۱۵ ہجریہ درج ہے، یعنی یہ تاریخی نام ہے اور کتاب کا آغاز ۱۳۱۵ھ میں کیا گیا۔ پھر اس کے نیچے دوسرا نام "الدر النضید فی النحو الجدید" "۱۳۶۶ھ میلادیہ" کے ساتھ درج ہے۔ میلادیہ سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہے۔ پہلے مسودہ پر ایک ہی نام "الدر النضید فی النحو الجدید" درج ہے۔ معلوم ہوتا ہے مولانا اپنی کئی کتابوں کی طرح اس کتاب کا نام بھی تاریخی رکھنا چاہتے تھے۔ اس پہلو سے جو نام مناسب نظر آیا وہ "جوھر

نضید فی النحو الجدید" تھا، مگر جو حسن "الدر النضید" میں ہے وہ "جوھر نضید" میں نہیں۔ اس لیے مولانا نے انتخاب "الدر النضید" کا کیا، اور جب تاریخی لحاظ سے اس پر غور کیا تو ایک پہلو اس میں تاریخ کا بھی نکل آیا۔

دوسرے مسودہ کا مبیضہ اٹھارہ ۱۸ اوراق میں ہے۔

۲۲۔ مسائل النحو

آٹھ اوراق کے اس مسودہ میں مکتوبہ صفحات پانچ ہیں۔ سرورق پر کتاب کا نام اور قوسین میں (من المفصل للزمخشری) لکھا ہے۔ اس کے بعد ۱۵ مسائل لکھے ہیں۔ پھر "الحروف" کے عنوان سے حروف کی سترہ ۱۷ اقسام کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ زمخشری نے ان پر دس قسموں کا اضافہ کیا ہے۔ اس کے بعد وہ دس قسمیں بھی لکھی ہیں۔ ایک صفحہ پر باب الضمائر ہے جس میں صرف دو ۲ سطریں ہیں۔ ایک اور صفحہ پر "اقسام الجملة" کے عنوان سے ۹ سطریں لکھ کر قلم زدکی ہیں۔

۲۳۔ فلسفة البلاغة

اس کتاب کے دو ۲ مسودے ہیں۔ ایک چار اوراق میں ہے، دوسرا دو ۲ اوراق میں۔ پہلے مسودہ کے سرورق پر کتاب کا تاریخی نام "فلسفة البلاغة" اور اس کے نیچے ۱۳۲۴ھ ہجریہ لکھا ہے۔ ورق کی پشت پر کتاب کے بعض مضامین کی فہرست ہے۔ دوسرے ورق پر خطبہ کے بعد کتاب کی تالیف کی ضرورت پر روشنی ڈالی ہے۔ فن بلاغت پر قدامہ، ابن المعتز، ابوہلال عسکری، عبدالقاہر جرجانی اور سکاکی کی تصنیفات اور آخر میں شام کے ایک معاصر عالم کی کتاب "فلسفة البلاغة" کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اس کتاب کے مطالعہ کے بعد مجھے یقین ہوگیا کہ اس فن کی شدید ضرورت کے باوجود ارسطو سے لے کر آج تک اس کی کمی دور نہ کی جاسکی۔ چنانچہ میں نے اپنی کتاب "جمهرة البلاغة" لکھی۔ . . . لیکن چونکہ جمهرة میں بحث کا دائرہ پھیل گیا اس لیے اندیشہ ہے کہ ایک مبتدی کے لیے اس کا سمجھنا مشکل ہوگا، چنانچہ فن کے منقح مسائل کو

میں نے جمھرۃ سے الگ کر کے اس کتاب میں مرتب کر دیا ہے اور اس کا تاریخی نام فلسفۃ البلاغۃ رکھا ہے۔ اس کتاب کو جمھرۃ البلاغۃ کے لیے تمہید سمجھنا چاہیے۔"

دوسرے مسودہ میں "بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ وَمِنْکَ الْعَوْنُ" کے بعد "کلام بلیغ" پر ایک مختصر تحریر ہے۔

۲۴۔ سلیقۃ العروض

مولانا فراہیؒ نے عروض کو بھی از سرِ نو مدوّن کرنا چاہا تھا۔ نظری طور پر ان کا کام مکمل تھا۔ چنانچہ مولانا بدر الدین اصلاحی کے بیان کے مطابق مولانا اقبال سہیل کو انھوں نے اپنے نقطۂ نظر سے یہ فن سکھایا بھی تھا۔ لیکن تحریری صورت میں وہ مرتب نہ کر سکے۔ اس فن پر اپنی کتاب کا تاریخی نام سلیقۃ العروض رکھا تھا، اس کے دو مسودے محفوظ ہیں۔ ایک میں جس کا کاغذ زرد ہے سرورق کے علاوہ نو اوراق ہیں۔ سرورق پر کتاب کا نام اور اس کے نیچے ۱۳۱۲ھ لکھا ہے۔ اس کے بعد بعض مضامین کی فہرست اس طرح درج ہے:

فصول	صفحہ
۱۔ دیباجۃ الکتاب	۱
۲۔ کیف ینبغی وضع ھذا الفن	۲
۳۔ الخلل الاول فی تحدید البحور	۳
۴۔ الخلل الثانی فی شرح الاوزان	۵
۵۔	

پانچویں فصل کا نمبر لکھا ہے مگر عنوان غائب ہے۔ خطبۃ الکتاب کے بعد تمہید اس طرح شروع ہوتی ہے:

"اس کتاب میں فن عروض کو جدید اصولوں کے مطابق مرتب کر کے اس کی اصلاح کی گئی ہے، تاکہ اس کا سمجھنا اور یاد کرنا آسان ہو جائے۔ ذوق سے قریب اور انسان کی فطری استعداد کے مطابق ہو۔ طالب علم دلچسپی سے سیکھے اور علیٰ وجہ البصیرۃ

اسے برت سکے نیز اس میں اپنے فطری ذوق پر اعتماد کر سکے۔ اس فن کی ترتیب میں اگرچہ میں نے خلیل رحمہ اللہ کے مسلک سے اختلاف کیا ہے مگر خلیل کے فضل و کمال اور دقت نظر کا معترف ہوں۔"

اس کے بعد مولانا مزید لکھتے ہیں:

"پھر میں نے ایک نئے فن کا بھی اضافہ کیا ہے۔ اس میں موزونیت کے اسباب سے بحث کروں گا، تاکہ معلوم ہو کہ انسان کی فطرت کس ترکیب میں موزونیت محسوس کرتی ہے اور اسے نثری ترکیب سے ممیّز کرتی ہے۔ یہ عروض کی ایک نہایت دقیق اور گہری بحث ہے۔ اگر میں اس کی انتہا کو نہ پہنچ سکا تو اتنا ضرور ہے کہ اپنے بعد آنے والے محققین کے لیے راہ ہموار کر دی ہے۔ کم ترک الاول للآخر (اگلوں نے بعد میں آنے والوں کے لیے کتنے ہی میدان خالی چھوڑے ہیں)۔ . . ."

اس مسودہ میں مندرجہ بالا فہرست کے مطابق دیباچہ کے بعد تین فصلیں لکھی ہیں، پہلی کو قلم زد کر دیا ہے۔ دوسری "اصل راسخ لتقسیم البحور" اور تیسری فصل "اجزاء الوزن" کے عنوان سے ہے۔

دوسرا مسودہ چودہ اوراق میں ہے۔ مکتوبہ اوراق آٹھ ہیں۔ سرورق کا نام تاریخ کے ساتھ درج ہے۔ یہ مسودہ خطبۃ الکتاب اور تمہید سے خالی ہے۔ اس میں "الاوزان الخمسۃ عشر" کے عنوان سے تقریباً دو صفحوں پر مشتمل ایک فصل کے علاوہ "المنسوخ"، "مجتث"، "ترکیب الوزن" اور "التغیرات" کے عنوان سے چند فصلیں لکھی ہیں۔

۲۵۔ مختارات

یہ منتخب عربی اشعار کا مجموعہ ہے۔ مولانا فراہی کی جانب اس کی نسبت تحقیق طلب ہے۔ اس کا ایک نسخہ مولانا کے شاگرد حکیم یوسف اعظمی کے ہاتھ کا لکھا راقم الحروف نے جناب ابو الحسن علی فراہی اصلاحی مرحوم کے پاس دیکھا تھا۔ اس نسخہ کے بارے میں ڈاکٹر شرف الدین اصلاحی کا مفصل مضمون ماہنامہ فکر و نظر اسلام آباد میں شائع ہو چکا ہے[۲۶]۔

٢٦۔ الدمدمۃ والشمقمۃ

اس کتاب میں مولانا ہتھ یوگ کا عربی میں ترجمہ کرنا چاہتے تھے۔ سودہ چھ اوراق پر مشتمل ہے۔ مکتوبہ صفحات ۹ ہیں۔ سرورق پر کتاب کا نام، موضوع اور اس سے ملحق ایک اور رسالہ کی جانب اشارہ اس طرح ہے:

کتاب

الدمدمۃ والشمقمۃ

فی تزکیۃ النفس وتسویتھا حتی تکون مطیۃ للروح فیعرج باعمال ھٰذہ ناقۃ اللّٰہ

ویلیہ

تزکیۃ الروح

سرورق کی پُشت پر سنسکرت میں نو اصطلاحات اور ان کا عربی ترجمہ ہے۔ پھر دو صفحات میں "حدود" کے عنوان سے ۳۶ اصطلاحات سنسکرت، انگریزی اور عربی میں لکھی ہیں۔ اس کے بعد ۵ صفحات میں ہتھ یوگ کے ۳۲ فقروں کا ترجمہ ہے۔ شروع میں جلی خط میں "التزکیۃ الشمقمۃ" کے عنوان کے بعد قوسین میں یہ نوٹ ہے: "تزکیہ کی دو قسمیں مرکب اور بسیط۔ مرکب یہ ہے کہ نفس کا تزکیہ کیا جائے تاکہ وہ روح کے لیے ہموار ہو سکے۔ بسیط یہ ہے کہ صرف روح کا تزکیہ کیا جائے۔" پھر جلی خط میں یہ عنوان ہے: "ترجمہ کتاب ہتھ یوگ"۔ ترجمہ کے ساتھ تشریحی وتنقیدی نوٹ قوسین میں لکھے ہیں۔

٢٧۔ کتاب تزکیۃ الروح

کتاب الدمدمہ کے ساتھ ہی جیسا کہ اوپر گزرا یہ رسالہ تین اوراق میں ہے۔ دوسرے ورق پر بسم اللہ کے بعد کتاب کا نام اور اس کے بعد بالترتیب ۹ فقرے لکھے ہیں۔

٢٨۔ رسالۃ فی اصلاح الناس

سودہ پانچ اوراق میں ہے۔ سرورق پر رسالہ کا نام اور خطبۃ الکتاب ہے۔ اس کے بعد

"مقدمہ فی بیان فرض الاصلاح" کے عنوان سے ایک مضمون ہے۔ اس کا مبیضہ چار اوراق میں ہے۔ اس رسالہ کا اُردو ترجمہ مولانا امین احسن اصلاحی کے قلم سے ماہنامہ الاصلاح میں شائع ہو چکا ہے۔[٢٧]

٢٩۔ اصل الفنون

دریائی سائز کے آٹھ اوراق پر مشتمل یہ رسالہ اس پوری فہرست کا واحد رسالہ ہے جو اُردو زبان میں لکھا گیا ہے۔ دو ورق خلاف معمول روشنائی سے اور باقی پنسل سے لکھے ہوئے ہیں۔ سرورق پر درج ذیل یادداشت ہے: "رسالۂ دانش مندی کو اس کے ساتھ چھاپنا چاہیے (اُردو میں ترجمہ کرکے) یہ رسالہ معلم کے لیے ہے۔ بقدر فہم متعلم ان اصول کو وقتاً فوقتاً زبانی سمجھانا چاہیے۔" اس کے بعد کتاب کا نام "اصل الفنون" اور فہرست مضامین ۱۳ نمبروں میں اس طرح درج ہے:

۱۔ تعریف اصل الفنون
۲۔ تعریف موضوع
۳۔ تعریف غایۃ
۴۔ تعریف مسائل
۵۔ تعریف تعریف
۶۔ تعریف تقسیم
۷۔ فائدہ سوال ومشق ومثال
۸۔ تعریف مادہ وفن مادی
۹۔ تعریف صورت وفن صوری

شرائط

۱۰۔ شرائط موضوع
۱۱۔ شرائط غایۃ

۱۲۔ شرائط مسائل (کلیۃ وتعمیم وتوجیہ)

۱۳۔ شرائط تعریف (جامع مانع حقیقی ظاہری)

دوسرے ورق پر کتاب کا نام پھر "سُبۡحَانَكَ لَا عِلۡمَ لَنَاۤ اِلَّا مَا عَلَّمۡتَنَا اِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَلِيۡمُ الۡحَكِيۡمُ" کے بعد دو صفحات میں ۴ نمبروں پر مشتمل ایک دیباچہ ہے۔ مولانا فراہیؒ نے اردو تحریریں بہت کم لکھی ہیں۔ اس لیے یہ مکمل دیباچہ یہاں نقل کیا جاتا ہے:

"۱۔ تعلیم میں سب سے پہلا فن جو سکھلایا جاتا ہے وہ نحو ہے۔ مگر نحو ہو یا کوئی بھی ہو اس کو سمجھنے اور سمجھانے کے لیے کچھ قاعدے ہیں جن سے ان کے سیکھنے میں آسانی ہوتی ہے۔ جو کتاب ان قواعد کے موافق نہ ہو یا جو سکھانے والا ان قاعدوں کے خلاف طریقہ اختیار کرے اس سے ایک تو فن نہیں آتا، دوسرے سیکھنے والے کی عقل کا اٹھان بگڑ جاتا ہے۔

۲۔ چونکہ ان قواعد کو سب سے پہلے جاننا چاہیے اور چونکہ ہر فن کی تعلیم میں ان کا لحاظ ضروری ہے اس لیے اس کا نام اصل الفنون رکھا۔

۳۔ ارسطو نے فن منطق کو اصل الفنون قرار دیا ہے اور اس کے ساتھ اکثر ان باتوں کو بیان کیا جو ہم اس فن میں یہاں کریں گے۔ ہم نے اس کو جدا اس لیے کیا کہ منطق کا اصل مقصود ہی صحیح استدلال کرنا ہے۔ منطق سے پہلے نحو صرف وغیرہ پڑھنا پڑتا ہے نیز ہر ایک فن کی تعلیم میں یہ باتیں جاننی ضروری ہیں۔ صحیح استدلال کرنا اگرچہ ہر جگہ ضروری ہے مگر اس کے قواعد ایک جداگانہ فن چاہتے ہیں۔ جو باتیں ہم بیان کریں گے ان کا عمل اسی طرح ہر فن میں ہوتا ہے جیسا کہ خود منطق میں۔ اس لیے ارسطو نے بھی فن منطق میں ان کا بیان قواعد استدلال سے پہلے رکھا ہے۔

اب چاہو یوں سمجھ لو کہ منطق کا وہ حصہ جس پر خود منطق کی اصل قواعد کا مدار ہے، ہم نے الگ کر لیا ہے جس سے دو فائدے حاصل ہوں گے:

۱۔ منطق کا مشکل فن حاصل کرنے سے پہلے وہ سہل اصول معلوم ہو جائیں گے جو ہر فن سیکھنے کے لیے ضروری ہیں حتی کہ منطق کے لیے بھی۔

۲۔ منطق کا سیکھنا کسی قدر آسان ہو جائے گا کیونکہ اس میں صرف قواعد استدلال کا سیکھنا رہ جائے گا جو اس کا اصل مقصود ہے اور تمام بوجھ یکبارگی اٹھانا نہیں پڑے گا۔

۴۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے فارسی میں ایک رسالہ "دانشمندی" لکھا ہے، اُس کا مقصد زیادہ تر ان باتوں کو بتایا ہے جو طالب العلم کو کرنی چاہئیں، مثلاً مطالعہ دیکھنا..... وغیرہ۔ یہ باتیں اگرچہ ہمارے مضمون سے الگ ہیں مگر ان کا جاننا بھی نہایت ضروری ہے۔ اس رسالہ سے پہلے یا بعد اگر رسالہ "دانشمندی" بھی پڑھایا جائے تو انسب ہوگا۔"

دیباچہ کے بعد چھ صفحات میں درج ذیل عنوانات پر لکھا ہے:

باب التعریفات موضوع غایۃ مسائل تعریف تقسیم

باب التعریفات مادہ۔ صورت

علم مادی علم صورت، باب التقسیم والتعریف

نحو: الف صوری، ب مادی

۳۰۔ .....

تین اوراق میں عربی میں اس مقالہ کا جس پر کوئی عنوان درج نہیں موضوع یہ ہے کہ علوم کی تعلیم کے سلسلہ میں صحیح ترتیب اور نہج کیا ہے۔ مثلاً صرف و نحو کے مسائل کو کس ترتیب اور انداز سے پڑھایا جائے۔ ڈیڑھ اوراق خلاف معمول روشنائی سے لکھے ہیں اور تیسرا پنسل سے۔

۳۱۔ دلائل الی النحو الجدید و المعانی والعروض و البلاغۃ:

اس نام سے ایک رسالہ کا ذکر صرف سید سلیمان ندویؒ کی فہرست میں ملتا ہے[۲۸]۔ سید صاحبؒ نے جمہرۃ البلاغۃ، فلسفۃ البلاغۃ اور سلیقۃ العروض کا مستقلاً ذکر کیا ہے، البتہ "النحو الجدید" کا ذکر ان کی فہرست میں نہیں ہے۔ جب کہ مولانا اصلاحی نے "النحو الجدید" کا ذکر کیا ہے اور "دلائل الی النحو..." کی جانب کوئی اشارہ نہیں کیا۔ ہماری نظر سے مسودات میں کوئی ایسا رسالہ نہیں گزرا۔ ناظم دائرہ سے

بھی اس بارے میں دریافت کرنے کا موقع نہ مل سکا۔

کیا فہرست آخری ہے؟

اس مضمون میں بارہ[۱۲] نئے رسائل کا نام اور تعارف دیکھ کر فطری طور پر ذہنوں میں یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ کیا یہ فہرست حتمی اور آخری ہے یا اس پر اضافہ ممکن ہے؟

مضمون نگار کے نزدیک اس فہرست پر کسی نئی مستقل کتاب کے اضافہ کا احتمال تو کم ہے لیکن قرائن بتاتے ہیں کہ سورہ آل عمران کی مذکورہ بالا ناتمام تفسیر کی طرح کچھ اور سورتوں کی ناتمام تفسیریں اور متفرق تحریریں دائرہ کے ذخیرہ میں ضرور موجود ہیں۔ یہ قرائن حسب ذیل ہیں:

۱۔ مجلہ علوم القرآن (۴: ۱ جنوری۔ جون ۱۹۸۹ء) میں سورۃ الاعلیٰ کی ایک ناتمام تفسیر کا اردو ترجمہ مولانا محمد فاروق خاں کے قلم سے چھپا ہے[۲۹]۔ اصل عربی متن کے بارے میں مولانا امانت اللہ اصلاحی صاحب سے معلوم ہوا کہ وہ مولانا فراہیؒ کے مسودات سے نقل کیا گیا تھا۔

۲۔ مولانا اصلاحی نے مجموعۂ تفاسیر فراہی کے حواشی میں بعض سورتوں کے بارے میں لکھا ہے کہ مصنف ان کی تفسیر پوری نہیں لکھ سکے اس وجہ سے وہ اس مجموعہ میں شامل نہیں ہے[۳۰]۔ کیا اس سے یہ نتیجہ اخذ کرنا درست نہیں کہ ان سورتوں کی ناتمام تفسیریں (تفسیری حواشی کے علاوہ) محفوظ ہیں؟

۳۔ دلائل النظام میں "تلخیص مطالب السور و نظامها" کے عنوان سے مولانا فراہیؒ قرآنی سورتوں کے مضامین کی اس طرح تلخیص کرنا چاہتے تھے کہ ان کا نظم واضح ہو جائے لیکن سورۂ فاتحہ سے سورہ اعراف تک صرف سات سورتوں پر لکھ سکے۔ اس مقام پر کتاب کے فاضل مرتب نے جو دائرہ کے موجودہ ناظم اور مولانا فراہی کے مسودات کے امین بھی ہیں حاشیہ میں لکھا ہے:

> "یہ اہم اور مفید فصل ناتمام رہ گئی لیکن آپ مایوس نہ ہوں کیونکہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر نظام القرآن و تاویل الفرقان بالفرقان میں اس موضوع کو مکمل کر دیا ہے۔ چنانچہ تمام سورتوں کے مطالب کی تلخیص بھی کی ہے اور ان سب کا نظم بھی بیان کیا ہے۔ آپ اس تفسیر کا انتظار کریں، یہ ابھی چھپ نہیں سکی ہے، انشاء اللہ عنقریب طبع ہو گی، اس سے آپ کی تشنگی دور ہو گی۔"[۳۱]

ممکن ہے اس حاشیہ میں "تفسیری حواشی" کو بھی مجازاً مولانا کی تفسیر "نظام القرآن" میں شامل کیا گیا ہو۔ لیکن ان حواشی میں نہ تو قرآن مجید کی تمام سورتوں کے مضامین کا خلاصہ موجود ہے اور نہ تمام سورتوں کا نظم ہی بیان کیا گیا ہے۔ اگر ایک طرف بہت سی سورتوں پر مفصل حواشی ہیں تو دوسری طرف بعض سورتوں پر چند سطروں سے زیادہ نہیں لکھا ہے۔ اس بنا پر فاضل مرتب کا اشارہ لازماً کچھ دوسری تحریروں کی جانب ہے جو شاید ان سورتوں کی ناتمام تفسیریں ہوں۔ مولانا اصلاحی کے مذکورہ بالا حوالوں سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

مضمون کے آخر میں چند ایسی کتابوں کا تذکرہ دلچسپی سے خالی نہ ہو گا جن کے حوالے مولانا فراہیؒ کی تصنیف میں ملتے ہیں لیکن شائد ان پر وہ باقاعدہ قلم نہیں اٹھا سکے۔ ممکن ہے بعض کتابوں کی ایک دو فصلیں محفوظ ہوں مگر ہماری نظر سے نہیں گزریں۔ مولانا کے طرز تصنیف کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ ان کی گفتگو نہایت مربوط، مستحکم اور مرکز ہوتی ہے۔ غیر متعلق بحثوں سے شدت سے اجتناب کرتے ہیں۔ پھر چونکہ ہر بحث کی مستقل جگہ ان کے ذہن میں متعین ہے اس لیے دوسرے مقامات پر اسی حد تک اس سے تعرض کرتے ہیں جس حد تک تعرض کرنا ناگزیر ہوتا ہے تفصیل کے لیے اپنی اس کتاب کا حوالہ دے کر آگے بڑھ جاتے ہیں جہاں اس بحث کا اصل مقام ہے۔

قطع نظر اس سے کہ وہ مذکورہ کتاب یا مضمون کو اس سے قبل مکمل کر چکے ہیں یا نہیں مولانا فراہیؒ اگرچہ یہ کتابیں لکھ نہ سکے لیکن ان کے ناموں اور حوالوں سے اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ مولانا کی نگاہ میں یہ موضوعات اس لائق تھے کہ ان پر مستقل کتابیں لکھی جائیں۔ ان کتابوں کا ذکر یہاں اسی فائدہ کے پیش نظر کیا جا رہا ہے۔ کبھی کسی کو ممکن کو ان کتابوں سے کوئی ورق ہاتھ آ گیا تو یہ ایک فائدہ مزید ہو گا۔

۱۔ الطریف فی التحریف

اس کتاب کا ذکر مولانا فراہیؒ نے "الاکلیل فی شرح الانجیل" کے مقدمہ میں جیسا کہ گزر چکا، اور "الرسوخ فی معرفۃ الناسخ والمنسوخ" کے سرورق پر کیا ہے۔ اس کتاب میں مولانا تورات و انجیل کی تدوین اور ان کے نسخوں پر بحث کر کے ان کی تحریفات کا

پردہ چاک کرنا چاہتے تھے۔ جن لوگوں نے "الرای الصحیح فیمن ھو الذبیح" میں حضرت
ابراہیم علیہ السلام کی قربان گاہ "مروہ" کی تحریف پر مولانا کی چشم کشا اور بصیرت افروز بحث کا مطالعہ
کیا ہے وہ اندازہ کر سکتے ہیں کہ مولانا یہ کتاب لکھتے تو کس کس طرح داد تحقیق دیتے۔ "مفردات القرآن"
میں "ابن اللہ والربّ والأب" کے عنوان سے جو بحث ہے اسے بھی اس کتاب کا ایک نمونہ کہا جا سکتا ہے۔[۳۱]

۲۔ کتاب المتشابہات

اس کتاب کا حوالہ مولانا نے تفسیر سورہ قیامہ میں دیا ہے۔ گیارہویں فصل میں لکھتے ہیں:

"رہے یہ سوالات کہ چاند کس طرح گہنائے گا یا سورج اور چاند کس طرح یکجا
ہو جائیں گے تو ان کی نسبت ہم اپنی کتاب المتشابہات میں لکھ چکے ہیں کہ قیامت
کے احوال و معاملات دنیا کے عام احوال و معاملات کی طرح نہیں ہیں کہ ہم اپنی دنیا
کے قوانین وضوابط پر ان کو ٹھیک ٹھیک تول سکیں۔ ان کے ذکر کا اصل مقصد عبرت و تنبیہ
ہے اور اس مقصد کے لیے ضروری نہیں ہے کہ ہم ان کی اصل نوعیت و کیفیت کی تلاش
میں سرگرداں ہوں ..."[۳۲]

یہ حوالہ تفسیر سورہ قیامہ کے پہلے ایڈیشن (ص ۹) میں موجود ہے جو مطبع فیض عام علی گڑھ سے سید سلیمان
صاحب کے بیان کے مطابق سنہ ۱۹۰۶ء میں شائع ہوا تھا۔ مولانا نے بعد میں اس تفسیر پر نظر ثانی فرمائی جس
کی بنیاد پر دوسرا ایڈیشن سنہ ۱۳۴۰ھ میں دائرہ حمیدیہ (سرائے میر) سے شائع ہوا۔ اس اڈیشن سے کتاب
المتشابہات کا یہ حوالہ غائب ہے۔

فاتحہ نظام القرآن کے پانچویں مقدمہ میں "متشابہات" پر جس مقدمہ کا حوالہ ہے اس سے یہی
کتاب مراد ہے[۳۳]۔ مولانا کی ساری قرآنی تصنیفات جیسا کہ گزر چکا درحقیقت فاتحہ نظام القرآن کے مختلف
اجزاء ہیں۔

۳۔ کتاب الہجرۃ والحرب

فاتحہ نظام القرآن کے دسویں مقدمہ (فی عیون تعلیم القرآن) میں جہاد اور اس کی شرطوں پر

ایک تفصیلی بحث ہے۔ اس بحث میں مولانا نے ہجرت کے موضوع پر ایک مستقل مقدمہ (المقدمہ علی الہجرۃ)
کا حوالہ دیا ہے[۳۴]۔ اس مقدمہ سے بھی ان کی مراد غالباً یہ "کتاب الھجرۃ والحرب" ہے جس کا
مکمل حوالہ انھوں نے تفسیر سورۃ الکافرون میں دیا ہے۔ اس کتاب کا موضوع اگرچہ نام سے ظاہر ہے
لیکن اس کے بعض مباحث کا اندازہ کرنے کے لیے تفسیر سورۃ الکافرون سے ایک اقتباس ملاحظہ
فرمائیں۔ گیارہویں فصل میں جس کا عنوان ہے "ہجرت کے جنگ و برائت ہونے کا ثبوت روایات
سے" مولانا چند روایات نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"ان روایات سے معلوم ہوا کہ ہجرت درحقیقت تمام کفار و مشرکین اور تمام
یہود سے اعلان جنگ تھی۔ اس دن ایک نئی امت ظہور میں آگئی اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کو ایک مستقر بھی حاصل ہو گیا اور ایک چھوٹی سی جماعت کی تائید و رفاقت بھی
حاصل ہو گئی جس سے ایک حد تک وہ شرطیں پوری ہو گئیں جن کے بغیر جنگ ناجائز
ہے۔ (ان مباحث کے لیے ہماری کتاب الھجرۃ والحرب دیکھو)"۔

آگے چل کر مزید لکھتے ہیں:

"نبی کو پہلے ہر قسم کی مخالفتوں کو برداشت کرنے کا حکم دیا جاتا ہے یہاں تک
کہ جب معاملہ بالکل آخری حد کو پہنچ جاتا ہے تب پیغمبر ہجرت فرماتا ہے۔ لیکن "ہجرت
فرماتا ہے" بھاگتا نہیں۔ پہلے برات کا اعلان کرتا ہے، اپنے شیرازہ کو مجتمع کرتا ہے،
خدا کی مدد کے بھروسہ پر پوری طرح مطمئن ہوتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کے حکم کا انتظار
کرتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک وقت معین ہو جاتا ہے تو وہ اس
طرح بے خوف و خطر روانہ ہو جاتا ہے گویا دنیا کی کوئی قوت بھی اس کو کوئی گزند نہیں
پہنچا سکتی۔ ان اشارات کو ہم پوری تفصیل کے ساتھ کتاب الھجرۃ میں بیان
کر چکے ہیں، یہاں اعادہ کی ضرورت نہیں"۔

کتاب الھجرۃ والحرب کے پہلے حوالہ پر مولانا اصلاحی نے حاشیہ میں لکھا ہے:

"مولانا رحمۃ اللہ علیہ اس عنوان پر کتاب لکھنے کا ارادہ رکھتے تھے اور اس
سے متعلق کچھ اصول بطور یادداشت ان کے مسودات میں موجود بھی ہیں لیکن وہ اس کے

لیے وقت نہ نکال سکے۔"[۳۶]

القائد الی عیون العقائد (ص ۱۵۹) میں "الھجرۃ واعلان الحرب" کے عنوان سے دو صفحات کا ایک "تذکرہ" شامل ہے۔ ممکن ہے مولانا اصلاحی کا اشارہ اسی طرح کی تحریروں کی جانب ہو۔

۴۔ الامثال الالٰہیہ

اس کتاب کا ذکر تفسیر سورہ تحریم میں ملتا ہے۔ تیرہویں فصل میں "ان تتوبا الی اللہ فقد صغت قلوبکما" اور "توبوا الی اللہ توبۃ نصوحا" میں ربط اور بعض نکات بیان کرتے ہوئے مولانا فرماتے ہیں:

"یہاں توبہ سے مراد وہ کامل توبہ ہے جس کے بعد کسی اختلاف واعراض کے لیے کوئی گنجائش باقی نہ رہ جائے، یہ توبہ دل کے پورے جھکاؤ اور قلب کے کامل انقیاد کے بعد ظہور میں آتی ہے۔ اسی توبہ سے میاں بیوی دو جسم ایک جان بنتے ہیں۔ یہی توبہ ہے جس سے بندہ اپنے مولیٰ کی بندگی میں فنا ہوتا ہے اور مولیٰ اس کا کان، اس کی آنکھ اور اس کا دل بن جاتا ہے۔ قدیم صحیفوں میں فرماں بردار امت کی مثال اکثر فرمانبردار بیٹے اور فرماں بردار بیوی سے دی گئی ہے۔ یہاں ہم صرف بعض اجمالی اشارات پر قناعت کرتے ہیں۔ ان کی تفصیل ہماری کتاب الامثال الالٰہیۃ میں ملے گی۔"

مولانا اصلاحی نے اس پر حاشیہ لکھا ہے کہ "یہ کتاب مولانا رحمۃ اللہ علیہ نہیں لکھ سکے۔"[۳۷] ۱۹۲۳ء میں مجلہ الضیاء لکھنؤ میں ۹ صفحات پر مشتمل مولانا کا ایک مضمون "المثل الاعلیٰ" کے عنوان سے چھپا تھا۔ شائد اس کا تعلق اس کتاب سے بھی ہو۔[۳۸] عیون العقائد (ص ۱۹۷) میں شامل ایک افادہ "مثال عالم الغیب فی عالم الشہادۃ" اس کتاب کا حصہ ہو سکتا ہے۔

۵۔ کتاب التقدیر والحسبان

تفسیر سورہ فاتحہ میں اس سورہ کی آیتوں کی تعداد پر گفتگو کرتے ہوئے مولانا نے لکھا ہے:

"کتب مقدسہ میں تعداد کی بڑی اہمیت ہے۔ حکماء کے نزدیک بھی دنیا کے تمام امور میں مخصوص تعداد اور مقدار کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ قرآن مجید سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ فرمایا: "انا کل شیئ خلقناہ بقدر"۔ نیز فرمایا: وکل شیئ عندہ بمقدار"۔ اس مسئلہ کی تفصیل کتاب التقدیر والحسبان میں ملے گی۔"[۳۹]

معلوم ہوتا ہے جس طرح "الازمان والادیان" میں مولانا مذاہب میں خاص خاص زمانوں اور اوقات کی اہمیت پر بحث کرنا چاہتے تھے، اسی طرح اس کتاب میں اعداد و شمار کی اہمیت پر روشنی ڈالنا چاہتے تھے۔

۶۔ کتاب البشارات

۷۔ خصائل العرب

ان دونوں کتابوں کا ذکر کتاب الرسوخ فی معرفۃ الناسخ والمنسوخ کے سرورق پر ایک نوٹ میں ان چار کتابوں کے ضمن میں کیا گیا ہے جن کے حوالے اس کتاب میں آئے ہیں۔ یہ کتاب اس وقت ہمارے سامنے نہیں ہے، اس لیے ان حوالوں کی نوعیت کے بارے میں کچھ بتانا ممکن نہیں۔ باقی دو کتابیں "اصول الشرائع" (الرائع فی اصول الشرائع) اور "تحریف" (الطریف فی التحریف) ہیں۔ کتاب البشارات میں غالباً مولانا ان پیشین گوئیوں اور بشارتوں کی تشریح کرنا چاہتے تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد اور بنی اسماعیل کے سلسلہ میں دوسرے صحف آسمانی میں تحریف کے باوجود پائی جاتی ہیں۔ سورہ فیل اور سورہ کوثر کی تفسیر میں اس موضوع پر بعض فصلیں موجود ہیں۔

دوسری کتاب "خصائل العرب" میں جیسا کہ نام سے ظاہر ہے مولانا عربوں کے اخلاق وعادات پر گفتگو کرنا چاہتے تھے۔ کسی کلام کو صحیح طور پر سمجھنے کے لیے اس کے مخاطب کے احوال واطوار سے واقفیت حاصل کرنا بہت ضروری ہے۔ اس کے بغیر یہی نہیں کہ کلام کے بہت سے اشاروں کو سمجھنا مشکل ہوتا ہے بلکہ بسا اوقات اصل مفہوم کے بعض گوشے مخفی رہ جاتے ہیں۔ چنانچہ قرآن فہمی کے لیے بھی عربوں کے طبائع ونفسیات، خوب وناخوب اور معروف ومنکر

کا جاننا نہایت ضروری ہے۔ ممکن ہے مولانا کے پیش نظر اس موضوع کی اہمیت کے بعض اور پہلو بھی رہے ہوں جیسا کہ دلائل النظام: ۳۷ میں منقول ایک افادہ سے ظاہر ہوتا ہے۔

امید ہے اس سرسری تعارف سے مولانا کی غیر مطبوعہ کتابوں کے بارے میں جو مبہم صورت حال تھی وہ ایک حد تک اب واضح ہو گئی ہو گی۔

دائرہ حمیدیہ کے ذمہ داروں نے، اللہ تعالیٰ انھیں جزائے خیر دے۔ اب تک مولانا کے ان قیمتی مسودات کی جس طرح حفاظت کی ہے وہ بے مثال ہے۔ لیکن اب جبکہ فوٹو اسٹیٹ اور زیرکس کی سہولتیں فراہم ہیں اہل علم کے استفادہ اور خود اس امانت کی حفاظت کے نقطۂ نظر سے بھی ضروری ہو گیا ہے کہ ان مسودات کے متعدد عکسی نسخے مدرسۃ الاصلاح کے کتب خانہ اور بعض دوسرے اہم اداروں اور جامعات کی لائبریریوں میں محفوظ کر دیے جائیں۔ اس طرح یہ دولتِ افکار عام بھی ہو گی اور اس کے ضیاع کے امکانات بھی محدود ہو جائیں گے۔

اللہ سے دعا ہے کہ جو کتابیں اشاعت کے قابل ہوں ان کی طباعت کا انتظام فرمائے اور ان کے اوراق میں قرآن مجید کے فہم کے لیے جو روشنی اور رہنمائی موجود ہے اس سے استفادہ کی توفیق دے اور مصنف رحمۃ اللہ علیہ کو قیامت کے روز کتاب اللہ کی اس عظیم خدمت کا صلہ عطا فرمائے۔

حواشی اور حوالہ جات

۱؎ بعض لوگوں کو شاید اس تعلق شاگردی کا علم نہ ہو، ان کے اطمینان کے لیے مولانا کے بارے میں سید صاحب کے ایک مضمون سے یہ اقتباس نقل کیا جاتا ہے:

"۱۹۰۴ء کے بعد جب مولانا حمید الدین صاحب کراچی یا علی گڑھ سے وطن آتے جاتے تو لکھنؤ میں بھائی (یعنی علامہ شبلی نعمانیؒ) کے پاس کچھ دن ٹھہر کر آتے جاتے، اور ۱۹۰۵ء سے مولانا خاص طور سے تقاضا کر کے بلواتے اور اپنے پاس ٹھہراتے۔ چنانچہ انھیں کے اصرار سے کئی دفعہ وہ ندوہ میں آ کر رہے اور طلبہ کو کبھی فلسفۂ جدیدہ اور کبھی قرآن کے سبق پڑھائے۔ میں بھی اس زمانہ میں ندوہ کا طالب علم تھا، مولانا کے ان درسوں سے مستفید ہوا۔" (ملاحظہ ہو "مختصر حیات حمید" مرتبہ

مولانا عبد الرحمٰن ناصر اصلاحی، مطبع 'معارف' اعظم گڑھ، طبع اول ۱۹۷۳ء، ص ۱۰)۔

ایک اور جگہ سید صاحبؒ لکھتے ہیں:

"سب سے آخری جلوہ قرآن پاک کا نظر آیا۔ مولانا شبلی مرحوم نے اس کا آغاز کیا اور مولانا حمید الدین مرحوم کی دلچسپ و مفید صحبتوں میں یہ چسکا اور آگے بڑھتا گیا اور اسی کا یہ اثر ہوا کہ سیرۃ نبویؐ کی ہر بحث میں قرآن پاک میری عمارت کی بنیاد ہے اور حدیث نبویؐ اس کے نقش و نگار ہیں۔" (دیکھئے "مشاہیر اہل علم کی محسن کتابیں" مرتبہ مولانا عمران خاں ندوی، مطبوعہ معارف پریس اعظم گڑھ، ۱۹۳۶ء، ص ۱۲)۔

۲؎ "امعان" کا یہ تیسرا ایڈیشن ہے جو دار المصنفین کے خرچ پر مطبعہ سلفیہ قاہرہ سے ۱۳۴۹ھ میں شائع ہوا تھا۔ پہلے دو ایڈیشن ہندوستان میں چھپے تھے۔ پہلا ایڈیشن بہت مختصر تھا۔ اس کا ایک نسخہ دائرہ حمیدیہ میں محفوظ ہے۔ دوسرا ایڈیشن مطبع احمدیہ علی گڑھ سے ۱۳۲۹ھ میں چھپا تھا۔ مصری ایڈیشن کا ایک عکس ایڈیشن ۱۹۸۰ء میں کویت سے شائع ہوا۔

۳؎ یہ سوانح مصری ایڈیشن کے آخر میں "ترجمۃ صاحب ھذہ الرسالۃ المعلم عبد الحمید الفراہی رحمہ اللہ" کے عنوان سے ملحق ہے۔ سوانح کے آخر میں ۲۷ شعبان ۱۳۴۹ھ کی تاریخ درج ہے۔ "امعان" مصر چھپنے کو بھیجی گئی۔ ادھر ایک ماہ بھی نہ گزرا ہو گا کہ مولانا کا انتقال ہو گیا۔

۴؎ مجموعۂ تفاسیر فراہی کا پہلا ایڈیشن شائع کردہ مرکزی مکتبہ جماعت اسلامی پاکستان مرکنٹائل پریس سے چھپا تھا۔ میرے سامنے اس کا دوسرا ایڈیشن مطبوعہ انجمن خدام القرآن لاہور ۱۹۷۳ء ہے۔

۵؎ مجموعۂ تفاسیر فراہی، ص ۲۳-۲۶

۶؎ یہ مولانا کی تفسیر کا مقدمہ ہے جو "فاتحۂ تفسیر نظام القرآن و تاویل الفرقان بالفرقان" کے نام سے مطبعۂ اصلاح سرائے میر اعظم گڑھ میں ۱۳۵۷ھ میں چھپا۔ شروع میں سید سلیمان ندویؒ کا مختصر مقدمہ ہے جس پر ۲۴ ذیقعدہ ۱۳۵۶ھ کی تاریخ درج ہے۔ مقدمۂ تفسیر کے ساتھ ہی آیت کریمہ "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" اور سورۂ فاتحہ کی تفسیر بھی اس مجموعہ میں شامل ہے۔

۷؎ ڈاکٹر سعید عابدی اور ڈاکٹر معین الدین اعظمی نے بالترتیب جامع ازہر قاہرہ اور مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے مولانا فراہی کے تفسیری منہاج پر ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔ ان کے مقالے

اس وقت ہمارے پیشِ نظر نہیں ہیں اس لیے ان کی مرتب کردہ فہرستوں کے بارے میں کچھ عرض کرنا ممکن نہیں۔

۸ یہ کتابیں جو دائرہ حمیدیہ کے موجودہ ناظم مولانا بدر الدین اصلاحی کی مرتب کردہ ہیں حسب ذیل ہیں:

۱۔ دیوان المعلم عبد الحمید الفراہی، المطبعۃ الحمیدیۃ، سرائے میر، اعظم گڑھ، طبع اول ۱۳۸۶ھ مطابق ۱۹۶۷ء۔

۲۔ دلائل النظام، المطبعۃ الحمیدیہ، سرائے میر، طبع اول ۱۳۸۸ھ۔

۳۔ التکمیل فی اصول التاویل، " " "

۴۔ اسالیب القرآن، " " ۱۳۸۹ھ

۵۔ فی ملکوت اللہ، مطبعۃ الکوثر، سرائے میر، ۱۳۹۱ھ

۶۔ القائد الی عیون العقائد، " " "

—— دائرہ حمیدیہ کی مختصر تاریخ اور اس کی مطبوعات پر ملاحظہ ہو راقم کا مضمون "الدائرۃ الحمیدیۃ" مجلۃ ثقافۃ الہند، المجلد ۳۱، ص ۱۰۶ - ۱۱۵

۹ مولانا کے طریقۂ تصنیف کے بارے میں ملاحظہ ہو، مجموعہ تفاسیر فراہی، ص ۲۳۔ مختصر حیات حمید، ص ۵۶۔

۱۰ مجموعۂ تفاسیر، ص ۲۳، ۲۵۔ مختصر حیات حمید، ص ۵۰، ۶۲۔

۱۱ پہلی پانچ کتابوں کے موضوعات اور ان کی ضرورت و اہمیت پر "مفردات القرآن" مطبوعہ دائرہ حمیدیہ سرائے میر ۱۳۵۸ھ کے شروع میں "روابط الکتب الخمسہ" اور دوسری سات کتابوں کے بارے میں "حکمۃ القرآن" کی ابتدا میں "روابط الکتب السبعۃ" کے عنوان سے مولانا نے جو کچھ لکھا ہے اسے ملاحظہ فرمائیں۔

۱۲ مولانا سید سلیمان ندوی اپنے ایک مکتوب مورخہ ۷ نومبر ۱۹۲۵ء میں مولانا عبد الماجد دریابادی کو تحریر فرماتے ہیں: "مولانا حمید الدین صاحب کی تفسیر کا اردو ترجمہ مولانا کی زندگی میں تو ہو نہیں سکتا کیونکہ ان کو اکثروں کا ترجمہ پسند نہیں۔ ایک دو دفعہ کوشش ہو چکی ہے۔" (ملاحظہ ہو مکتوبات سلیمانی جلد اول، مطبوعہ صدق جدید بک ایجنسی، لکھنؤ ۱۹۶۳ء، ص ۲۲۳، مکتوب ۱۵۹۔

۱۳ ان سورتوں کے انتخاب میں مولانا فراہیؒ کے پیشِ نظر کیا حکمت اور مصلحت تھی، اس کے لیے ملاحظہ ہو، مجموعہ تفاسیر کا دیباچہ ص ۷

۱۴ نیز ملاحظہ ہو، فاتحہ نظام القرآن، ص ۲۔۳، مجموعۂ تفاسیر ص ۳۰

۱۵ عہد نبویؐ میں جمع قرآن پر ایک بحث تفسیر سورۃ القیامہ، مطبوعہ دائرہ حمیدیہ، سرائے میر، ۱۴۰۳ھ ص ۲۵ پر ملاحظہ فرمائیں۔

۱۶ ایک عرصہ ہوا مولانا بدر الدین اصلاحی صاحب، ناظم دائرہ حمیدیہ کے ہاتھوں میں یہ کتاب مرتب شکل میں اشاعت کے لیے تیار دیکھی تھی، مگر اب تک کسی وجہ سے یہ شائع نہیں ہو سکی ہے، البتہ اس کا ترجمہ خالد مسعود صاحب (مدیر 'تدبر' لاہور) کے قلم سے "تدبر" میں ستمبر ۱۹۸۰ء تا دسمبر ۱۹۸۹ء تک برابر ۹ قسطوں میں شائع ہو چکا ہے۔ اسی کو ششماہی علوم القرآن میں جولائی ۱۹۸۶ء، دسمبر تا جولائی دسمبر ۱۹۸۹ء چار قسطوں میں شائع کیا جا چکا ہے۔

۱۷ مجموعۂ تفاسیر فراہی، ص ۲۵۔

۱۸ شانِ نزول کے بارے میں مولانا کے نقطۂ نظر کے لیے ملاحظہ ہو، فاتحہ نظام القرآن ص ۸، "المقدمۃ فی شأن النزول"، مجموعہ تفاسیر فراہی، ص ۳۷

۱۹ ملاحظہ ہو "امعان فی اقسام القرآن" کے آخر میں سید صاحب کا مضمون، ص ز۔

۲۰ مجموعہ تفاسیر فراہی ص ۲۶۔ مختصر حیات حمید ص ۶۳۔

۲۱ یہ اشعار مولانا کے عربی دیوان ص ۳۱ میں شامل ہیں۔

۲۲ مسودہ کے سرورق پر غالباً صرف "النظر" ہے۔ یہ نام دیباچہ سے ماخوذ ہے۔

۲۳ اس رسالے سے ایک طویل اقتباس "التکمیل فی اصول التاویل" ص ۲۵ - ۲۸ میں مرتب کتاب نے نقل کیا ہے۔

۲۴ اسباق النحو حصہ اول، دائرہ حمیدیہ، سرائے میر، طبع پنجم ۱۳۹۶ھ، مقدمۂ مصنف ص ۵

۲۵ مولانا کا اشارہ غالباً جبر ضومط کی کتاب "فلسفۃ البلاغۃ" مطبوعہ بعبدا، المطبعۃ العثمانیہ، ۱۸۹۸ء کی جانب ہے۔

۲۶ ماہنامہ 'فکر و نظر' اسلام آباد، جلد ۱۸ شمارہ ۱۰، جمادی الآخرۃ ۱۴۰۱ھ مطابق اپریل ۱۹۸۱ء ص ۳۷-۵۱

۲۷؎ ماہنامہ الاصلاح سرائے میر، اعظم گڑھ جلد ۱ شمارہ ۶، ربیع الاول ۱۳۵۵ھ مطابق جون ۱۹۳۶ء ص ۴۵-۴۸

۲۸؎ "امعان فی اقسام القرآن" ص و، رقم ۱۲۔

۲۹؎ مجلہ علوم القرآن جنوری۔جون ۱۹۸۹ء، ۴: ۱، ص ۲۶-۳۸

۳۰؎ نیز ملاحظہ ہو، مجموعہ تفاسیر فراہی ص ۹۴ (تفسیر سورہ ق)، ۱۷۹ (تفسیر سورہ طلاق)، ۴۵۳ (تفسیر سورۃ ماعون)، ۳۵۰ (تفسیر سورہ تکاثر)۔

۳۱؎ دلائل النظام، ص ۱۰۵۔

۳۲؎ مفردات القرآن، ص ۱۶۔

۳۳؎ تفسیر سورۃ الکافرون مترجم، مطبوعہ دائرہ حمیدیہ، طبع دوم، ص ۴۶-۴۷

۳۴؎ فاتحہ نظام القرآن، ص ۱۸، مجموعہ تفاسیر، ص ۴۸۔

۳۵؎ فاتحہ نظام القرآن ص ۲۵، مجموعہ تفاسیر (ص ۵۸) میں اردو ترجمہ میں اس مقدمہ کا حوالہ غائب ہے۔

۳۶؎ مجموعہ تفاسیر، ص ۴۸۲۔

۳۷؎ مجموعہ تفاسیر، ص ۱۷۹۔

۳۸؎ مجلہ الضیاء لکھنؤ، جلد ۱ شمارہ ۱۰، شوال ۱۳۵۱ھ مطابق فروری ۱۹۳۳ء، ص ۴-۱۲

۳۹؎ تفسیر سورۃ الفاتحہ (مع فاتحہ نظام القرآن) طبع اوّل مطبعہ اصلاح سرائے میر ۱۳۵۶ھ، ص ۴۷۔